عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماھنامہ غزالی

صفر المظفر ۱۴۳۲ھ/ جنوری ۲۰۱۱ء

RegNo.P476

جلد:نہم

شمارہ:5

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180 روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ کا واقعہ

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

ایک ملاقات میں جناب پروفیسر ڈاکٹر خان بہادر صاحب وائس چانسلر زرعی یونیورسٹی نے سنایا کہ خیبر میڈیکل کالج کے سالِ اول کے طالب علم برخوردار سرفراز چند دن میڈیکل کالج میں گزارنے کے بعد ہمارے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ (سابق پروفیسر و صدر شعبۂ عربی پشاور یونیورسٹی) سے ملنے کے لئے آیا۔ برخوردار تبلیغی جماعت میں وقت لگایا ہوا تھا اور دینی لحاظ سے فکرمند تھا، اس نے ملتے ہی کہا، ''حضرت میں میڈیکل کی تعلیم چھوڑنا چاہتا ہوں کیونکہ یہاں کا مخلوط ماحول اور بے دین فضا مجھے بالکل پسند نہیں۔'' حضرت نے فرمایا ''بھلے آدمی! لڑکیاں تو اس ماحول سے نہیں بھاگ رہیں اور تو مرد ہو کر ہتھیار ڈال رہا ہے۔ یہ تعلیم چھوڑ کر کروگے کیا؟'' اس نے جواب دیا کہ میں دینی مدرسے میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا دیکھو علماء بہت ہیں علماء کے خادم کم ہیں۔ تم ڈاکٹر بن کر علماء کے خادم بنو۔ آدمی ٹک گیا، ڈاکٹر بنا، حضرت کی صحبت کا نتیجہ کہ عملی لحاظ سے کئی علماء کے لئے قابلِ رشک بنا اور واقعی علماء کا ایسا خادم بنا کہ جہاں بھی رہا وہاں کے علماء کی خوب خدمت کی۔ ایک حادثے میں شہادت ہوگئی لیکن آج تک اُن کی خدمات دوست احباب اور علمائے کرام کے حلقوں میں یادگار ہیں۔ ہمارے حضرت کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنے مریدوں کو دنیا کے کاموں میں ایسا چلاتے تھے کہ اس دنیا کو دین اور عبادت بنا دیتے تھے۔

؎ تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

بیان (۱۸ جولائی ۱۹۹۷ء) (آخری قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

اس فکسڈ ڈیپازٹ کی بات بتانے والے آدمی سے کہا ایک دو ہفتے آپ آئیں تو سہی ہم آپ کو دو اور دو چار کی طرح یورپ والوں کے غلط فلسفہ کو واضح کر کے دیں گے۔ یہ کہتے ہیں Invest کرو اس پر سود لگے اس طرح پیسہ بڑھے گا۔ خاک بڑھے گا۔ مثلاً سن ۵۵ میں گندم دس روپے من تھی۔ سن ۵۵ء میں دس روپے ایک سکول کے ٹیچر کے GP فنڈ میں رکھے گئے۔ ۳۵ سال اس نے نوکری کی وہاں پڑے رہے۔ اور ۳۵ سال میں دس روپے زیادہ سے زیادہ کتنے ہوئے ہوں گے، تین سو ہو گئے ہوں گے۔ منڈی میں قیمت معلوم کریں تو ۳۷۰ روپے من ہے (۱۹۹۷ء کی قیمت)۔ اب آپ بتائیں کہ وہ دس روپے حقیقت کے لحاظ سے بڑھے ہیں یا کم ہوئے ہیں؟ اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور اللہ صدقات بڑھاتا ہے، لیکن بات یقین کی ہے۔ اس لئے میرے بھائی آنکھیں بند کر اور مان اس چیز کو جس کو قرآن و حدیث میں اللہ نے بیان فرما دیا ہے۔ وہ جس کو فائدہ کہتا ہے اسی میں تیرا فائدہ ہے وہ جس کو نقصان کہتا ہے اسی میں تیرا نقصان ہے اور اسی چیز کو معرفت کہتے ہیں۔ اس لئے عارفین ہزاروں روپے کا نقصان برداشت کرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں لیکن اللہ کے حکم کو توڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ بیان کرتے ہیں ہمارے بزرگ کہ ایاز کی برائیاں بیان کرتے رہتے تھے باقی وزیر۔ کیونکہ ایاز بہت پسند تھا محمود غزنویؒ کو۔ محمود غزنویؒ بہت بڑے اللہ کے ولی گزرے ہیں۔ صرف بادشاہ نہیں ہیں بہت بھاری ولی ہیں اللہ کے۔ محمود غزنویؒ نے وزیروں کا امتحان لینے کیلئے ایک قیمتی ہیرا آگے کیا ایک وزیر کے سامنے کہ اس کو توڑو۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت اتنا قیمتی ہیرا اور توڑ دوں۔ دوسرے کو، تیسرے کو غرض کئی وزیروں کو توڑنے کا کہا لیکن کسی نے نہ توڑا۔ ایاز کے سامنے جب آیا تو مارا اس کو ہتھوڑا اور ریزہ ریزہ کر دیا۔ وزیر بڑے خوش ہوئے کہ آج اس کی بے وقوفی کا اندازہ ہوا۔ بادشاہ کو پتہ چلے گا کہ اس کو وزیر بنایا ہے، اس کو خاص بنا رہا ہے اس نے کہا یہ آپ نے کیا کیا۔ تو معرفت کے راز پانے والا آدمی حجتی نہیں ہوتا۔ ہم آگے سے حجتیں کرتے رہتے ہیں اپنے قصور پر۔ حالانکہ اللہ کے دربار میں اعترافِ قصور کی قدر ہے۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت غلطی ہو گئی۔ غلطی ہو گئی معاف فرمائیں۔ بادشاہ نے کہا آپ نے کس خیال سے توڑا ہے۔ اس نے کہا خیال یہ تھا

کہ ہیرا تو بہت قیمتی ہے لیکن میرے دل میں آپ کے حکم کی قیمت اس ہیرے سے بھی زیادہ ہے اس لئے میں نے توڑا ہے۔ اللہ کے تعلق والے بندے اللہ کے حکم پر جان دے دیتے ہیں کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ زندگی کا بننا ہی اللہ کے حکم کے ساتھ چمٹنے میں ہے۔ آج بھی امتِ مسلمہ اللہ کے حکم کو پکڑ لے مضبوطی سے تو پھر اپنے عروج کو دیکھے کہ کیسے اہلِ کفر کے سامنے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو سرخرو فرماتا ہے۔ جس میں اہلِ کفر کامیابی سمجھتے ہیں ہم بھی اس میں کامیابی سمجھتے ہیں اور جن چیزوں کو وہ اختیار کر رہے ہیں ہم بھی اختیار کر رہے ہیں۔ اگر اللہ کے حکم کی عظمت آجائے قلب میں، قدر آجائے اور انسان سمجھ جائے کہ زندگی بنتی ہے تو اس سے بنتی ہے اور اس یقین کے ساتھ آدمی عمل کرے تو پھر دیکھے کہ کیسے زندگی بنتی ہے اور اللہ کی غیبی مددیں کیسے آتی ہیں۔ اس کے متعلق چند واقعات آپ کو سنادوں۔ واقعات سے ذرا انسان خوش ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے فضائل صدقات میں اس واقعہ کو لکھا کسی حدیث کے حوالے سے۔ ایک نوجوان صحابی گرفتار ہو کر چلے گئے کفار کی قید میں اور انہوں نے ان کے دونوں ہاتھ تسموں سے سخت جکڑ لئے۔ انہوں نے کسی آدمی کے ذریعے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ تقویٰ اختیار کریں، پرہیزگاری اختیار کریں۔ گناہوں سے بچیں اور صبح شام سورہ توبہ کی آخری دو آیتیں پڑھتے رہیں۔ ایک دن ایسے ہوا کہ بندھن کھل گئی اور ہاتھ آزاد ہو گئے۔ نکلتے ہوئے کفار کی گائیاں، بکریاں چر رہی تھیں، سب کو ہانک کر لے گئے کیونکہ حربی کافر کا سب مال غنیمت ہے۔ حربی کافر وہ ہے جس کے ساتھ جنگ ہو رہی ہو۔ اس کا مال مالِ غنیمت ہے ہر ایک کافر کا نہیں۔ یونسؑ کے بارے میں کہا کہ اگر نہ پڑھتے اس وظیفہ کو مچھلی کے پیٹ میں تو قیامت تک اس کے اندر پڑے رہتے۔ سمندر کا اندھیرا، پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا اور بعضے ساتھی بتایا کرتے ہیں ایک مچھلی کو دوسری مچھلی نے کھایا ہوا تھا۔ اس کے پیٹ کا اندھیرا لیکن جو **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین** پڑھا۔ سب اندھیروں سے اللہ نے بچایا، پالا اور زندہ نکالا۔ میں فیصل آباد میں تھا تو وہاں ایک ڈاکٹر صاحب نے مجھے ایک قصہ سنایا اس نے کہا کہ بھائی بیمار ہو گیا تھا، ٹی۔ بی ہو گئی تھی ہڈی کی۔ اس کے ایکسرے کر کے علاج کر رہے تھے، اور علاج کارگر نہیں ہو رہا تھا۔ ایک مدرسے میں داخل کیا ہوا تھا۔ حالانکہ ہمارا جاٹوں کا خاندان، زمینداروں کا، مدرسے میں ہمارا کون داخل کرتا ہے۔ خیر ہم نے اس کو مدرسے میں داخل کیا

ہوا تھا۔ پنجاب میں یا راجپوت یا جاٹ صاحب جائیداد ہوتے ہیں۔ جس طرح ہمارے علاقے میں وہ کسی گھرانے کے لڑکے نے اقامت کہہ دی تو باپ نے کہا دا لوبہ دِ کڑے دہ صبا چرتہ بانگ اونہ وائے ،منگ اُنہ شرمے ۔کہ آج اقامت تم نے کر لی کل اذان کہہ کر ہمیں بے عزت ہی نہ کر دو۔ تو یہ حال ہوتا ہے بڑے خاندانوں کا۔ انہوں نے کہا ہم کُندیاں شریف گئے حضرت خان محمد مدظلہٗ کے پاس ،بہت بڑے بزرگ ہیں اللہ ان کی زندگی میں برکت ڈالے (اُس وقت حضرت حیات تھے)۔ ان سے ملے اور کہا حضرت یہ لڑکا بیمار ہے، علاج کارگر نہیں ہو رہا ہے۔ انہوں نے دیکھا اور مسکرائے اور کہا ان ڈاکٹر صاحبان یہ سمجھتے ہیں کہ کہیں ایک ہی راستہ شفا کا ہے۔ کہتے ہیں پانی کی ایک بوتل لی کچھ کلمات پڑھ کر پھونک ماری جا کر بھائی کو دی۔ اللہ نے صحیح سالم کر دیا۔ ڈاکٹر نے کہا اس کو بلائیں تا کہ اس کا ایکسرے تو کریں۔ ہم نے کہا ہم اب آپ کے ایکسرے کے لئے نہیں آئیں گے۔ شفا چاہیے تھی وہ ہوگئی۔ فیصل آباد کا دوسرا قصہ یاد آیا سنا دوں آپ کو۔ فیصل آباد تبلیغی جماعت کے ساتھ ہم گئے ہوئے تھے۔ وہاں مقامی ساتھیوں نے ایک ڈاکٹر صاحب کی ملاقات کرائی ، ران کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی کوشش کر کے عاجز آ گئے تھے، جڑتی نہیں تھی۔ اس کی عیادت کے لئے گئے، تسلی دی، حوصلہ بڑھایا۔ تو میں نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا Non Union (نہ جڑنے) کی پیچیدگی (Complication) ہے۔ آپریشن کرتے ہیں ناکامیاب ہوتا ہے۔ خیر میں تو آ گیا اس نے وہاں سے خط لکھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ تو چلے گئے لیکن میں نے سنا ہے کہ آپ کے پیر بہت بڑے بزرگ ہیں آپ کے پیر صاحب کی دعا سے اللہ نے لوگوں کے بڑے مسائل حل کئے ہیں۔ آپ میری بھی درخوست پیش کر لیں اور میرے لئے بھی کچھ دعا کرا لیں اور کچھ تدبیر پوچھ لیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ زندہ تھے، میں نے ان سے عرض کیا۔ انہوں نے کہا ہمارا ایک تعویز اس کو بھیج دو، تعویز بھیج دیا، کچھ ہدایات بھی بھیجیں کہ اللہ کی ذات سے پوری امید رکھیں اللہ آپ کو شفا دے گا، دوسرا یہ کہ اب کے آپ جو آپریشن آپ کروائیں تو فیصل آباد میں نہ کروائیں۔ جگہ کو بدل دیں کسی دوسری جگہ جا کر کروائیں، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی ہڈی جڑ جائے گی اور اللہ تعالیٰ فضل فرما دے گا۔ لاہور میں کروایا اور کامیاب ہو گیا۔ پچھلے سال گیا خوب ہٹا کٹا۔ چھ فٹ اس کا قد اور مسجد میں کھڑا مزے کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ آسان راستے سے چھڑانا چاہتا ہے لیکن ہم اور آپ سینگ اندر

ڈالتے ہیں کہ میں اور الجھنا چاہتا ہوں بارہ سینگا کی طرح اور الجھنا چاہتا ہوں۔ ہسپتال میں میری ڈیوٹی تھی ایک مریضہ داخل ہوئی، اس کا باپ آیا۔ خوب موٹا اس کا پیٹ بھی خوب پھولا ہوا۔ کہنے لگا کہ اگر انگلینڈ سے دوائی منگوانی ہو تو بھی منگوا سکتا ہوں بس میری بیٹی ٹھیک ہو جائے۔ میں نے دل میں کہا کہ کیا تجھے اس دوائی سے اس مٹی سے تجھے شفا ملے گی اور تو نے جو ظلم کیا ہوا ہے اور جہاں جہاں تو نے انسانوں کو تکلیف میں ڈالا ہوا ہے جب تک اس سے توبہ کر کے نہیں آئے گا اور اللہ کے آگے گڑگڑائے گا نہیں کیسے ملے گی تمہیں شفا۔ محترم بھائیو اور دوستو اس بات کو پانا ہے It is open secrete in front of us یہ ایک کھلا ایک راز ہے آپ کے سامنے پڑا ہوا ہے جان اور پہچان اس ذات ذوالجلال کو جس کا امر جاری وساری ہے ہر چیز میں۔ نافذ ہے۔ وہ چاہے تو بغیر اسباب کے کر کے دِکھائے اور نہ چاہے تو اسباب سارے موجود ہوں لیکن کوئی تاثیر نہ نظر آئے۔ تُو کیوں اس کے ساتھ وابستگی اختیار نہیں کرتا کہ تو اس کا ہو جائے، اس کے احکامات کو لے لے اور اُن سے چمٹ جائے۔ اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دل میں لے لے اور وابسطہ ہو جائے اس کے ساتھ تا کہ تیرے دنیا آخرت کے سارے مسائل حل ہوں۔ ایک دفعہ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ جوش میں تھے تو فرمایا کہ ابھی چاہیں تو اس انگریز کی حکومت کو ختم کر دیں لیکن کیا کریں سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے پیچھے۔ وابستگی اختیار کرے آدمی اس ذات ذوالجلال کے ساتھ جس کا امر جاری وساری ہے اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لے اور پھر دیکھے کیا ہوتا ہے تو عادت والا مضمون رہ گیا معرفت والا مضمون ہی بیان ہو سکا۔ عادت والے مضمون پر پھر کبھی انشاء اللہ بات کریں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ ۲۲، ۲۳ مارچ بروز منگل، بدھ کڑی شیخان میں منعقد ہوگا۔ بیان مغرب کے بعد ہوگا۔ ساتھی اپنے بستر ساتھ لائیں۔ ۲۲ تاریخ کو ظہر کے بعد پشاور خانقاہ سے روانگی ہوگی اور ۲۳ تاریخ ایک بجے اجتماع ختم ہو جائے گا۔ براہِ راست جانے والے ساتھی فون کے ذریعے جگہ کی معلومات کریں۔

مسئلہ توہینِ رسالت...... چند اشکالات اور جوابات

(حضرت مولانا محمد اظہر صاحب)　بشکریہ روزنامہ اسلام ۲۰ جنوری ۲۰۱۱ بروز جمعرات　(آخری حصہ)

سوال: مغرب پرست دانشوروں کی رائے ہے کہ توہینِ رسالت پر موت کی سزا صرف مسلمانوں کے لئے ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: غیر مسلموں کا تحفظ اسلامی حکومت کا دینی فریضہ ہے، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذمہ لیا ہے۔ اس لئے کوئی مسلمان ان کی جان، مال اور عزت کے درپے نہیں ہوسکتا لیکن کسی غیر مسلم کو بھی یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ برسرِ عام جب چاہے قرآن اور صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کا مرتکب ہو اور اس پر کوئی قانونی کاروائی بھی نہ کی جائے۔ دورِ نبوت میں ہرزہ سرائی کے جرم میں قتل ہونے والوں میں مقیس بن صبانہ، حارث بن طلاطل، ابنِ خطل، اس کی لونڈی، کعب بن اشرف یہودی، ابوعفک یہودی اور اسماء بنت مروان یہودیہ سب کے سب غیر مسلم تھے۔ العیاذ باللہ کوئی مسلمان گستاخی کرے تو وہ بھی مرتد ہو جائے گا۔ اسپین کی فتح کے بعد عیسائی شاتمین کو مسلمان قاضیوں کا سزا دینا بھی اس کا واضح ثبوت ہے کہ توہینِ رسالت کے جرم میں مسلم اور غیر مسلم کو کوئی فرق نہیں (زرقانی، طبقات ابن سعد)

قاضی عیاض مالکی نے امام ابنِ تیمیہ کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو قتل کر دیا جائے گا، اس کی توبہ قبول نہیں، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اسلام میں صرف پیغمبر آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رسالت کو تحفظ نہیں دیا گیا بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایسا ہی تحفظ موجود ہے۔

خلافتِ عثمانیہ کے شیخ الاسلام کے سامنے بشر نامی یہودی کا مقدمہ پیش ہوا کہ سانے العیاذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ثبوتِ نسب کے بارے میں شرمناک الزام لگایا ہے۔ شیخ الاسلام نے اس پر توہینِ رسالت کی فردِ جرم عائد کرتے ہوئے سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ (شامیہ) اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کسی بھی پیغمبر کی توہین کی سزا موت ہے خواہ مرتکب مسلم ہو یا غیر مسلم۔

سوال: سیکولر این جی اوز کی رائے کہ ”قانونِ توہینِ رسالت کا استعمال غلط طور پر کیا جاتا ہے، اس لئے منسوخ کیا جائے“ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: ناموسِ رسالت کے تحفظ کا قانون ایک غیر متنازع اور متفق علیہ معاملہ ہے۔ اسے اختلافی مسئلہ بنا کر پیش کرنا یا اس کے غلط استعمال کا واویلا کر کے اُسے منسوخ کرنے کا مطالبہ کرنا اہلِ ایمان کے جذبات مجروح کرنے کی ناپاک سازش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قانون ملزم کو عوام کے رحم و کرم سے نکال کر قانون کے دائرے میں لاتا

ہے اور عدلیہ کے فاضل ججوں کو بے لاگ اور عادلانہ فیصلے کا موقع فراہم کرتا ہے، عوام کے جذبات اور دخل اندازی کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے، ملزم کو صفائی کا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ کسی کے شاتم ہونے کا فیصلہ کوئی فرد یا عوام کا گروہ نہیں کرتا۔ اس لحاظ سے یہ قانون سب سے زیادہ تحفظ ملزم ہی کو فراہم کرتا ہے اور یہی اس کے نفاذ کا سب سے اہم پہلو ہے۔ مبینہ غلط استعمال کے نام پر ایک مبنی برحق قانون کی تنسیخ کا مطالبہ اسلام دشمنوں کی گہری سازش ہے، جو مسلمانوں کے ایمان اور جذبات سے کھیلنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ہمارے تھانوں میں روزانہ ہزاروں جھوٹی ایف آئی آر درج ہوتی ہیں، بے گناہوں کو قتل کے الزام میں ملوث کیا جاتا ہے، جھوٹے گواہ بنائے جاتے ہیں، مہنگے ترین وکیل کئے جاتے ہیں، ججوں کو خریدنے کی کوشش کی جاتی ہے اور بے گناہوں کی گردنوں میں پھانسی کے پھندے ڈال دئے جاتے ہیں۔ یہ ظلم وسفاکیت ہر کسی کے علم میں ہے لیکن آج تک کسی این جی او نے، انسانی حقوق کء کسی علمبردار نے، سپریم کورٹ، ہائی کورٹ یا ڈسٹرکٹ بار کے کسی صدر نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۰۲ کو ختم کیا جائے، یہ ظلم ہے اس سے بے گناہوں کو پھانسیاں ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں **295-C** کا غلط استعمال نہ ہونے کے برابر ہے، تاہم قانون کا غلط استعمال جہاں کہیں بھی ہو، قانون اور عدل وانصاف کے معروف ضابطوں کے مطابق روکا جائے، نہ یہ کہ قانون ہی ختم کردیا جائے۔

سوال: اس قانون کی منسوخی کی جدجہد والہ این جی اوز کن لابیز کے اشاروں پر کام کرتی ہیں اور ان کا پسِ پردہ کیا ایجنڈا ہے؟

جواب: پاکستان میں قانون انسدادِ توہینِ رسالت کی منسوخی کا مطالبہ بیرونی امداد کے سہارے چلنے والی این جی اوز اور انسانی حقوق کے نام پر کام کرنے والے بعض ادارے کررہے ہیں۔ ان کے پسِ پشت عیسائی اور قادیانی لابی اور سیکولر ذہنیت کے حامل سیاست دان ہیں۔ عالمی استعمار اور یہود ونصاریٰ بھی اس قانون کو ختم کرانا چاہتے ہیں تاکہ کلمہ گو مسلمان کے قلوب سے محبتِ رسول ﷺ کو کم یا ختم کیا جائے۔ ان کے ایجنٹ پاکستان میں اس قانون کی تنسیخ کا مطالبہ کر کے حرمتِ رسول کے عقیدے اور اساسِ ایمان کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے افراد، گروہوں اور جماعتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ معذرت خواہانہ رویہ کفر کی یلغار اور دشمنوں کی سازشوں کے آگے ہتھیار ڈالنے کے مترادف ہوگا۔

سوال: کیا توہینِ رسالت کے مجرم کی سزا حکومتی سربراہ یا کوئی اور معاف کرسکتا ہے؟

جواب: قرآن وسنت کی واضح نصوص کے مطابق شاتمِ رسول کی سزا قتل کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ اس پر امتِ

مسلمہ کا اجماع ہے۔ اگر کوئی مسلمان یہ جرم کرے تو بناء برارتداد اور غیر مسلم کرے تو بنا برتعزیر اس کا قتل فرض ہے۔ ایسا شخص بیت اللہ کے ساتھ چمٹا ہوا ہو تو بھی نا قابلِ معافی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ابنِ خطل کو اسی حالت میں قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ جب خود آنحضرت ﷺ نے موذیٔ رسول کو معاف نہیں فرمایا تو کسی اور کو معافی کا اختیار کیسے مل سکتا ہے؟

واضح رہے کہ اسلامی سزاؤں کو جاری کرنا حکومت کے ذمے ہے، عوام خود قانون کو ہاتھ میں نہ لیں۔ تاہم جب حکومت توہینِ رسالت جیسے جذباتی نوعیت کے نام پر ایسا رویہ اختیار کرے جس سے عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ حکومت اس سنگین جرم کو جرم تصور نہیں کر رہی اور نہ ہی مجرم کو سزا دینے کا ارادہ رکھتی ہے تو اس سے عوام کا اشتعال سخت حادثے کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔

بدقسمتی سے آسیہ مسیح کے مقدمے میں یہی صورت پیش آئی کہ گورنر پنجاب کا جیل میں جا کر مجرمہ سے ملنا، اُس کی حوصلہ افزائی کرنا، اُس سے صدر کے نام معافی کی درخواست لکھوانا اور یہ اعلان کرنا کہ میں یہ درخواست خود صدر کو پیش کروں گا، ایسے اقدامات تھے جن سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ اگر گورنر یا صدر زرداری فراست سے کام لیتے تو اس کیس پر اتنا کہہ دیا ن کافی تھا کہ ''ملزمہ کو ماتحت عدالت نے سزا سنائی ہے، قانون اسے ہائی کورٹ اور پھر سپریم کورٹ میں اپیل کا حق دیتا ہے، وہ اپنا مقدمہ ان عدالتوں میں لڑے ہمیں عدلیہ پر اعتماد ہے۔'' مگر شاید یہی وہ بات ہے جو پیپلز پارٹی والے کہنا نہیں چاہتے۔

سوال: اسلام میں توہینِ رسالت کے مجرم کی حمایت اور وکالت کرنے والے کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

جواب: توہینِ رسالت کے مجرم کی حمایت اور وکالت بالواسطہ جرم کی حمایت و وکالت کے مترادف ہے۔ محبتِ رسول، ناموسِ رسالت اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک توہینِ رسالت کے مجرم پر آئینی و شرعی سزا نافذ نہیں ہو جاتی کوئی مسلمان اپنے آپ کو بری الذمہ نہ سمجھے۔ اللہ کے رسولوں اور انسانیت کے محسنوں اور رہنماؤں کی عزت و ناموس کی حفاظت عقیدۂ توحید کی طرح لازمی ہے، جس کے بغیر مومن ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اس سزا کا نفاذ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

سوال: کیا وجہ ہے کہ امریکا اور یورپی ممالک ایسے مجرموں کا اپنے ہاں پناہ دیتے ہیں؟

جواب: قرآن کریم نے یہود و نصاریٰ کو مسلمانوں کا دشمن قرار دیا ہے۔ ان کی عداوتوں اور سازشوں کا سلسلہ پندرہ سو سال سے جاری ہے۔ یہ بد بخت قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی شانِ اقدس میں ہرزہ سرائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یورپ کے بعض ممالک مثلاً ڈنمارک، اسپین، جرمنی، یونان، اٹلی، ہالینڈ، ناروے،

سوئزرلینڈ، آسٹریا وغیرہ میں آج تک مذہبی جذبات مجروح کرنے پر قانون پایا جاتا ہے۔ برطانیہ میں ملکہ کی توہین مذہبی جذبات مجروح کرنے کی تعریف میں آتی ہے لیکن دوسری طرف جب کوئی کارٹونسٹ یا نام نہاد ادیب یا ادیبہ اسلام یا سرکارِ دوعالم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی و ہرزہ سرائی کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے ''آزادیٔ اظہارِ رائے'' کے نام پر جائز قرار دیا جاتا ہے۔ یہود و نصاریٰ اور مغربی اقوام کے اسی منافقانہ روئے اور اسلام دشمنی نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت وعداوت کے بیج بو دیئے ہیں۔ اسلامی ممالک کے سربراہان کو حریت بیان اور آزادیٔ رائے کے نام نہاد علمبرداروں پر یہ حقیقت جرأت کے ساتھ واضح کرنی چاہئے کہ کوئی شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم سے یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ جب چاہے قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی بے حرمتی کو مرتکب ہو اور اس پر کوئی قانونی کاروائی محض اس لئے نہ کی جائے کہ ایسا کرنے سے بعض ممالک ناراض ہو جائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆

صفحہ ۷ اسے آگے:

کچھ بندوں نے میرے حال پر ترس کھا کر ایک جگہ دے دی جس میں سفید بالوں کو چھپانے کی جگہ مل گئی۔ پورا رمضان ایسا ہی گزر گیا۔ عید پر سب خوش ہوتے ہیں سب اپنے بچوں کے ساتھ عید مناتے ہیں میرا بھی دل چاہا کہ میں اپنے پوتوں کے پاس جاؤں اپنے خیر خیرات سے جمع شدہ پیسوں سے میں نے ان کے لئے کچھ کھلونے خرید ے تاکہ ان کے پاس جاؤں تو وہ خوش ہو جائیں۔ ڈاکٹر صاحب میرے قسمت میں بہت دکھ ہیں پر میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ نماز کے بعد اپنے بیٹے اور بہو اور بچوں کے لئے دعا کرتی رہتی ہوں۔ میں ان سے خفا نہیں ہوں ۔ پر دکھ ضرور ہے۔ وہ جب بھی مجھے یہ سناتی تو میں اس کی آنکھ سے بہتے آنسو ضرور دیکھتا، وہ ہچکیاں لے کر رو پڑتی۔ میں تسلی دیتا۔ میری تسلی زیادہ کارآمد نہ ہوتی، بھلا چند بول تسلی کے اس کے غم کو کم کہاں کر سکتے تھے۔ ایک شخص آ کر حضرت عمرؓ سے کہنے لگا میری ماں نے میرے پیشاب دھوئے میں نے اس کے دھوئے۔ اس نے میری غلاظت اٹھائی میں نے اس کی اٹھائی۔ اس نے میرے کپڑے دھوئے میں نے اس کے کپڑے دھوئے، اس نے مجھے کھلایا میں نے اس کو کھلایا۔ کیا میں نے ماں کا حق ادا کر دیا۔ فرمایا نہیں وہ جب تجھے پالتی تھی تو پل پل تیری زندگی کی دعا کرتی تھی اور جب تو اس کی خدمت کرتا ہے تو ساتھ ساتھ دعائیں کرتا ہے یا اللہ اس کو اٹھا لے میں تھک گیا ہوں، تو کیسے وہ حق ادا کر سکتا ہے؟

ماں باپ کے ساتھ سلوک (قسط۔۱)

(ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب، ڈسٹرکٹ اسپیشلسٹ، کوہاٹ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ''اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں سے یا دونوں تو نہ کہہ ان کو ہوں اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات ادب کی۔ اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کے نیازمندی سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھے چھوٹا سا۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے جو تمھارے جی میں ہے اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشتا ہے۔ (بنی اسرآئیل: ۲۳ تا ۲۵)

حضور ﷺ چھ برس کی عمر میں اپنی اماں کے ساتھ مدینہ سے مکہ تشریف لے جا رہے تھے راستے میں چار دن کی مسافت پر 'ابوا' مقام پر اپنی والدہ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ والدہ صاحبہ کی طبیعت خراب ہوئی۔ بیچ جنگل اور ویرانہ کے ماں نے آنکھیں بند کرنا شروع کیں اور فرمایا میں تو جا رہی ہوں اپنے پیچھے ایسا لال چھوڑ کر جا رہی ہوں جس کا نام پوری دنیا میں چمکے گا۔ چھ برس کا بچہ، پہلی موت ہے پتہ نہیں چل رہا، ماں سے لپٹ رہے ہیں۔ اُم ایمن ساتھ خادمہ ہیں کھینچنا چاہتی ہیں۔ وہ تسلی ہی نہیں پاتے، قبر مبارک بنی، امی دفن ہو گئیں۔ اور یہ چھوٹا سا قافلہ چلنے لگا تو نبی ﷺ قبر پر گر گئے کہنے لگے ''میری اماں'' قبر کے ساتھ چمٹ گئے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں ''**کل نفس ذائقة الموت**'' مکہ تک آپ ﷺ روتے گئے۔ یوسفؑ کو جب غلام بنا کر لے جایا جا رہا تھا تو مصر والوں نے خرید لیا تھا۔ راستہ میں ماں کی قبر آ گئی اونٹ سے نیچے چلانگ لگا دی اور ماں کی قبر پر گر گئے ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور روئے۔ دکھ دکھ ہے جب زیادہ ہوتا ہے تو آنکھ سے بہہ پڑتا ہے۔ ماں ماں ہوتی ہے خواہ وہ نبی کی ہو یا امتی کی۔ حضور ﷺ مدینہ میں ہیں دین مکمل ہو چکا۔ اور فرما رہے ہیں کہ کاش میرے بھی ماں باپ ہوتے اور نہیں تو ماں زندہ ہوتی اور میں عشاء کی نماز کے لئے مصلی پر کھڑا ہوتا اور تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ چکا ہوتا اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت شروع کر چکا ہوتا عشاء کی فرض نماز میں، ادھر سے کھڑکی کھلتی اور میری ماں مجھے کہتی محمد ﷺ تو میں نماز چھوڑ کر کہتا جی اماں جان۔

نعمان بن حارثہؓ کی آواز ہمارے نبی ﷺ نے جنت میں سنی۔ آپ جنت میں تشریف لے گئے۔ نعمان بن حارثہؓ کی تلاوت کی آواز جنت میں گونج رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون تلاوت کر رہا ہے؟ فرشتوں نے کہا آپ ﷺ کے غلام نعمان بن حارثہؓ کی آواز ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ تو مدینہ میں بیٹھے

ہوئے ہیں، جنت میں آواز کیسے پہنچ رہی ہے؟ کہا جی ماں کے فرمانبردار ہیں اس وجہ سے ان کی آواز اللہ تعالیٰ ساری جنت کو سناتا ہے۔

ماں باپ کے احسانات بہت ہوتے ہیں لیکن آجکل حالات یہ ہیں کہ ماں باپ کے ساتھ روکھے لہجے میں بات ہوتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یارسول ﷺ قیامت کی کوئی نشانی بتادیجئیے۔ فرمایا جب لوگ ماؤں سے بالکل نوکروں والا سلوک کریں۔ تو سمجھو چوٹ پڑنے والی ہے کائنات پر۔

میرسامنے مریضوں کے حالات آتے رہتے ہیں جن کے ساتھ ان کی اولادیں برا سلوک کرتی ہیں۔ چندواقعات آپ کی نظر کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محتاجی سے بچائے (امین)

ایک بوڑھی عورت جس کے جسم میں اتنی جان نہیں تھی کہ خود چل کر میرے کلینک میں داخل ہو ایک عورت کا سہارا لئے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی لکڑی کی بنی ہوئی عام سی جسے زمین پر رکھ کر اپنے قدم آہستہ آہستہ اٹھا رہی تھی۔ آنکھوں میں موٹے شیشے کا چشمہ جو سر کے گرد ایک چھوٹے سے کپڑے سے بندھا ہوا تھا، چہرے پر جھریاں کافی تھیں۔ بدن پر معمولی سے کپڑے جو چند جگہوں سے پھٹے ہوئے تھے۔ جس کو پیوند موٹے دھاگے سے لگانے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ بات کرنے کا انداز دھیما، بڑھاپے کی وجہ سے اونچا سنتی تھیں، حالات نہایت کمزور۔ میں نے اس کی بیماری کے متعلق پوچھا پھر اس کا معائنہ کیا۔ سوائے بڑھاپے کے اپنے اثرات کے مجھے کوئی بیماری کے اثرات نظر نہ آئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کوئی مرد نہیں آیا۔ تو بوڑھی عورت خاموش ہوگئی۔ جس کا جواب دوسری عورت نفی میں دیا۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اس لئے میں نے گھر میں دیکھ بھال کے متعلق سوالات کئے تو ساتھ آئی ہوئی عورت نے اس کی ذاتی زندگی کے متعلق کچھ یوں جواب دئے۔ اس کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بڑی چاہت سے ان کی پرورش کی۔ غربت میں گرمی سردی کی پروا نہیں کی، خود سختیاں برداشت کر کے اپنے بچوں کے آرام کا خیال رکھا۔ اب یہ حال ہے کہ اس کی طرف کوئی التفات نہیں کرتا۔ بیٹوں نے اپنے لئے پکے گھر بنالئے اور اس کو اپنے پرانے کچے کمرے میں رہنے دیا۔ ایک بیٹا اور بہو اپنے بچوں کے ساتھ اس کے پاس اپنے بنائے ہوئے پکے حصے میں رہتے ہیں۔ کھانا پکانا بھی الگ ہے۔ ان کے ہاں گیس سلنڈر کی سہولت موجود ہے۔ یہ اس سے محروم ہے۔ کھانا خود پکاتی ہے لیکن آگ جلا کر۔ لکڑیاں خود اکٹھی کرنی پڑتی ہیں۔ کبھی روٹی پکانے کا بندوبست ہوجاتا ہے ورنہ بھوکی پڑی رہتی ہے۔ صحت ساتھ دے تو اپنے کمرے کی صفائی آہستہ آہستہ کرتی رہتی ہے۔ بڑا بیٹا کبھی کبھی ضروریات زندگی پہنچا دیتا ہے۔ جس بیٹے کے پاس ہے وہ پوچھتا تک نہیں ہے۔ اپنے کمرے کے دروازے پر بیٹھ کر اپنے پوتوں اور

پوتیوں کو کھیلتا دیکھتی رہتی ہے۔ کبھی فرطِ محبت سے ان کو اپنے پاس بلائے تو بہو اسے ڈانٹ دیتی ہے گالیاں بھی اکثر دیتی رہتی ہے۔ کوئی بہانہ ہاتھ آجائے تو اپنے شوہر کو بتا کر اس کے ذریعے ساس کی بے عزتی کروانے میں دیر نہیں کرتی۔ میں اس عورت کی باتیں سنتا رہا اور مریضہ کے چہرے کے تاثرات کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ موٹے موٹے آنسو جھریوں بھرے رخسار پر ٹپ ٹپ کر گرتے جا رہے تھے۔ اس کی خاموشی اس کی ممتا کی وجہ سے تھی لیکن دکھ آنکھ سے بہہ رہا تھا۔ ساتھ والی عورت اس کی رشتہ دار تھی۔ میرے پاس تسلی کے الفاظ اس کے اندر کا غم ہلکا کرنے کے لئے ناکافی تھے۔ میں کچھ ادویات تجویز کیں اور ان کو رخصت کر دیا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلی گئی ۔ مجھے موسیٰؑ کا قصہ یاد آیا۔ موسیٰؑ نے پوچھا یا اللہ میرے جنت میں ساتھی کون ہے۔ جواب ملا فلاں قصائی تیرا جنت میں ساتھی ہے۔ موسیٰؑ حیران ہو گئے۔ وہ دیکھنے گئے کہ وہ کون ہے اور اس کا کیا عمل ہے جو اس اجر کا باعث ہے۔ دیکھا تو ایک قصائی تمام قصائیوں کی طرح گوشت کاٹ رہا ہے، بیچ رہا ہے۔ اسی طرح شام ڈھلی۔ تھیلا اٹھایا۔ گوشت کا پارچہ اس میں ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا میں بھی آؤں تیرے ساتھ؟ وہ نہیں پہچانا کہ یہ موسیٰؑ ہیں۔ اس نے کہا آجاؤ۔ گھر گیا گوشت صاف کیا بوٹیاں بنائیں، سالن پکایا، روٹی پکائی، اس کو تھالی میں سجایا پھر اپنی بوڑھی ماں کے پاس کھانا لے گیا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کو کندھے کا سہارا دے کر بٹھایا پھر نوالے بنا بنا کر کھلاتا رہا۔ جب اس نے سر ہلایا کہ بس پھر اس کا منہ صاف کیا۔ پھر اس نے کچھ الفاظ منہ سے نکالے۔ موسیٰؑ نے کہا یہ کون ہے۔ کہا جی میری ماں ہے۔ صبح اس کی خدمت کر کے جاتا ہوں شام کو آکر پہلے ان کی خدمت کرتا ہوں اور پھر اپنے بچوں کو پوچھتا ہوں۔ موسیٰؑ نے کہا یہ آخر میں کیا کہتی ہے؟ کہا جب بھی خدمت کرتا ہوں شروع ہو جاتی ہے کہ اللہ تجھے جنت میں موسیٰؑ کا ساتھی بنائے۔ میں دل میں کہتا ہوں کہاں میں قصائی اور کہاں موسیٰؑ ۔ موسیٰؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ماں کی باتیں سن لیں ہیں، میں ہی موسیٰ ہوں جسے اللہ نے بتایا ہے کہ آپ جنت میں میرے ساتھی ہوں گے۔

میری ملاقات ایک دفعہ ایک بوڑھے آدمی سے ہوئی والدین کی خدمت کے متعلق بات چیت ہوئی تو انہوں نے کہا ڈاکٹر صاحب ہم بوڑھے والدین اپنی اولاد سے میٹھے بول کے محتاج ہوتے ہیں۔ کہ ہم سے بات نرم لہجے میں اور مسکرا کر کیا کریں تو ہمارے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اکثر اوقات ہم سے ہماری اولادیں نوکروں سے بھی بدتر سلوک کرتی ہیں۔ اس پر میں نے ان کو ایک قصہ سنایا کہ میرے پاس ایک مریض آیا اس کا بلڈ پریشر زیادہ تھا ساتھ ہڈیوں کے درد کی شکایت تھی۔ پہلے اکیلا اندر داخل ہوا اور آتے ساتھ ہی اپنے ساتھ لائے ہوئے ایک کاغذ کا پرزہ میرے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا کہ جلدی سے اسے پڑھ لیں ایسا نہ ہو کہ میرا بیٹا آجائے۔ لکھا تھا کہ میں بہت

زیادہ دکھی ہوں، میری بیوی کو مرے ہوئے چار سال کا عرصہ گزر گیا ہے بوڑھا ہوں اپنے لئے روٹی وغیرہ پکانی پڑتی ہے۔ اپنے لئے جو گھر ساری زندگی کی محنت سے بنایا تھا اس پر اب بیٹوں کا قبضہ ہے۔ مجھے ایک کمرا ملا ہوا ہے۔ جس میں زندگی کے آخری ایام بڑی مشکل سے گزار رہا ہوں۔ بیٹے میرے ساتھ نوکروں سے زیادہ سخت رویہ کرتے ہیں۔ کوئی بات اگر میں ان سے کرتا ہوں تو جواباً گالیاں سننی پڑتی ہیں۔ ایک دفعہ میں اپنے کمرے سے کسی غرض سے باہر نکلا تو بیٹا کسی کام میں مصروف تھا۔ میں نے اس ے آواز دی تو اس نے سنی ان سنی کر دی۔ مجھے بڑا دکھ ہوا۔ ایک دفعہ دو بیٹوں نے دل کھول کر مجھے لاتوں اور گھونسوں سے مارا۔ کاغذ کا پرزہ میں نے اپنے جیب میں ڈالا اور کچھ سوالات میں نے اپنے ڈاکٹری ہنر کے مطابق کئے۔ مجھ سے وہ باتیں بھی کرنا چاہتا تھا اور بار بار دروازے کی طرف بھی دیکھتا تھا جیسے اسے خوف ہو کہ ابھی بیٹا آ جائیگا۔ میں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں بات اطمینان سے پوری کریں۔ بیٹا ابھی آ گیا تو براہ راست اندر نہیں آ سکتا باہر سے پوچھ کر آئیگا۔ میں اس دوران اس کا معائنہ پورا کر چکا تھا۔ اس کو تسلی دی اور کہا کہ اپنے رب سے باتیں کرنا سیکھ لیں تمام غم ختم ہو جائینگے۔ تھوڑی دیر بعد اس کا بیٹا اجازت لے کر اندر آ گیا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں، چہرے پر بے زاری کے اثرات تھے جیسے کسی بیگار کام کے لئے آیا ہو۔ میں نے اس سے ہاتھ ملایا، طریقہ سے گھریلوں تعلقات میں تناؤ کی کیفیات کم کرنے کا مشورہ دیا۔ تا کہ والد صاحب کی طبیعت اچھی ہو۔ بات ناگواری سے اس نے سنی۔ ہاں میں ہاں ملا کر اپنے والد صاحب کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ اس حاجی صاحب یعنی جس بڑے میاں سے میں بات کر کے اس مریض کے ساتھ بیتنے والے حالات سنا رہا تھا اس نے جواباً کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کام میں کسی کا محتاج نہیں۔ اس کے ہر کام میں حکمتیں ہیں لیکن یہ دعا کرنی چاہئے کہ بیوی پہلے نہ مرے ورنہ خدمت بیٹوں اور بہوؤں کے رحم کرم پر ہوتی ہے جس کی مثال اوپر کے واقع میں بیان ہو چکی ہے۔ بوڑھے مرد کی خدمت بڑی مشکل سے لوگ کرتے ہیں۔ بہر حال یہ ان کے خیالات تھے۔ ورنہ اگر تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا آخری عمر میں خدمت کا بندوبست احسن طریقہ سے کرواتے ہیں۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے بھی محتاج نہیں۔ باپ کے متعلق ایک قصہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ایک شخص آیا یا رسول ﷺ میرا باپ مجھ سے نہیں پوچھتا میرا مال خرچ کر دیتا ہے۔ میں کما کر لاتا ہوں وہ خرچ کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے باپ کو بلا کر لاؤ۔ جب باپ کو پتہ چلا کہ میرے بیٹے نے میری شکایت کی ہے تو بڑا رنجیدہ خاطر ہو کر دل ہی دل میں وہ کچھ شعر پڑھتا ہوا آیا۔ زبان سے نہیں۔ جب وہ مجلس میں پہنچا تو جبرئیلؑ آئے اور کہا یا رسول ﷺ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں آپ اسے کہیں کہ آپ مجھے وہ شعر پہلے سنائیں جو تیری زبان سے ادا ہوئے تیرے کانوں نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ نے سنا

ہے۔ تیری بات بعد میں سنی جائیگی پہلے وہ اشعار سناؤ۔ تو وہ کہنے لگا ’’**اشھد انک رسول اللّٰہ**‘‘ میرا تو آپ پر پہلا ہی ایمان پورا ہے لیکن دہراتا ہوں آپ ﷺ سچے ہیں، آپ ﷺ کا رب بھی سچا ہے یا رسول ﷺ صرف بزم تصور میں خیالات دنیا میں چند کلمات ہوا کے جھونکے کی طرح آئے اور چلے گئے۔ میں نے اپنی زبان سے ایک حرف تک ادا نہیں کیا۔ آپ کے رب نے وہ بھی سن لیا۔ (عربی میں اشعار ہیں جن کا مفہوم اس طرح ہے)اس نے کہا کہ میرے بیٹے تو جس دن پیدا ہوا تھا اسی دن ہمارے ارمانوں کا خون ہونے لگا۔ ہم نے تیری خاطر کمایا، تیرے لئے بچایا، تجھے گرم ہواؤں بچایا، تیری خاطر سرد راتوں میں ٹھٹھرتا رہا اور خزاں کے پتوں کی طرح جھڑتا رہا۔ جو لایا تیرے لئے جو کمایا تیرے لئے۔ جب تو روتا تھا تو ہم سو نہیں سکتے تھے، تو کھاتا تھا ہم کھا نہیں سکتے تھے۔ تیری جدائی ہمیں بے قرار کر دیتی تھی۔ موت کے سائے لہرانے لگتے تھے۔ حالانکہ موت ایک الگ چیز ہے بیماری الگ چیز ہے لیکن ہر آن دھڑکا لگا رہتا تھا کہیں مر نہ جائے۔ تیری بیماری ہمیں تڑپا دیتی ہے۔ میں جب کولہو کی بیل کی طرح تیرے لئے پِستا رہا، چلتا رہا، چلتا رہا یہاں تک کہ جوانی نے تیرے اندر امنگیں بھر دیں، بڑھاپے نے مجھے سرد خانے میں ڈال دیا اور تو سیدھا ہونے لگا اور میری کمر جھکنے لگی، تجھ پر بہار آئی اور مجھ پر خزاں آ گئی، میں پت جھڑ کا شکار ہوا تو شگوفے اور کلیوں کا منظر بنا۔ پھر مجھے آس لگی کہ اب تو سایہ دار ہے میری شاخیں ٹوٹ چکی ہیں، اب تو پھلدار ہے اور میں بے ثمر ہوں، اب تو میرا آسرا بنے گا۔ جیسے تو میری انگلی پکڑ کر چلا کرتا تھا ایسے ہی تو میرے ساتھ بھی چلا کرے گا۔ پھر ایک دم تیرے تیور بدلے تیری آنکھیں بدلیں، ایسا بولتا ہے کہ میرا دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ پھر میں سوچنے لگتا ہوں کہ شاید میں اس کا باپ نہیں ہوں، میں اس کا نوکر ہوں کیونکہ باپ سے تو کوئی اس طرح بولا نہیں کرتا۔ میں نے اپنی تیس سالہ زندگی کو جھٹلا دیا اور میں نے کہا نہیں، نہیں۔ میں اس کا باپ نہیں ہوں میں اس کا نوکر ہوں۔ جب ہی تو مجھے ڈانٹتا ہے، جب ہی تو مجھے بے عزت کر کے رکھ دیتا ہے۔ مالک اپنے نوکر سے یہی کرتا ہے۔ مجھے دھوکہ لگا میرے بیٹے میں تیرا نوکر تو میرا مالک۔ اچھا نوکر کو بھی تو کوئی روٹی پوچھ ہی لیتا ہے نا۔ تو مجھے نوکر ہی سمجھ کر کچھ دے دیا کر۔‘‘

نبی اکرم ﷺ یہ سب اشعار سن رہے تھے۔ ان کی آنکھ مبارک سے آنسو بہہ رہے تھے اور ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی اور آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کو گریبان سے پکڑا اور فرمایا اٹھ جا، میری نظروں سے دور ہو جا میں تیری شکل دیکھنا نہیں چاہتا۔ تو اور تیرا سب کچھ تیرے باپ کا ہے۔

ایک بوڑھی عورت میرے پاس اکثر ہسپتال آتی رہتی ہے۔ مہینہ میں ایک دو چکر ضرور میرے پاس لگاتی ہے۔ مجھے اپنی کہانی وقفوں وقفوں سے سناتی رہتی ہے۔ مجھ سے کہنے لگی میں نے بہت دکھ دیکھے ہیں لیکن اپنے

رب سے راضی ہوں۔ میں ایک غریب ماں باپ کی بیٹی تھی۔ انہوں نے میری پرورش کی پھر میری شادی ایک آدمی کے ساتھ کردی۔ کچھ عرصہ گزارنے کے بعد اس نے مجھے طلاق دے کر دوسری جگہ شادی کرلی۔ میں اپنے والدین کے گھر آ گئی۔ ماں باپ بوڑھے تھے، ان کی خدمت کرتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد وہ دونوں بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ بھائیوں کے سر پر میرا بوجھ تھا۔ انہوں نے میری شادی ایک پکے عمر کے ایک آدمی سے کردی۔ دوسرے خاوند سے مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا دیا۔ میں گھر میں سکھی تھی۔ پھر میرے خاوند کو پتہ نہیں کیا ہو گیا۔ مجھے اور اپنے بیٹے کو چھوڑ کر کراچی چلا گیا۔ جہاں سے اس کی واپسی نہ ہوسکی۔ میں اس کا انتظار کرتی رہی۔ کچھ خبر نہیں ہوئی۔ میں نے محنت مزدوری گھروں میں شروع کی۔ کپڑے دھونا، برتن دھونا وغیرہ۔ اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ بھرتی رہی۔ اس کو کچھ تعلیم دلوانے کی بھی کوشش کی لیکن پیسے اتنے نہیں تھے۔ بہر حال وقت گزرتا گیا۔ میں بوڑھی ہونا شروع ہوئی اور بیٹا جوان۔ اس کے لئے شادی کا بندوبست کیا۔ بہو گھر میں آئی۔ اس دوران مجھے فالج ہو گیا جس سے میں کچھ بہتر ہوئی۔ بہو نے آئے دن میرے ساتھ لڑائیاں شروع کر دیں۔ بہانہ بنا کر مجھے بے عزت کر دیتی۔ میں برداشت کرتی کبھی کبھار مجھے بھی غصہ آجاتا میں بھی اسے باتیں سنا دیتی۔ بیٹا اس کی طرف داری کر کے مجھے بے عزت کر دیتا، گالیاں دیتا۔ میں رات کو اپنے کمرے میں روتی رہتی۔ پھر میں نے خاموشی اختیار کرلی۔ میرے بیٹے کی اولاد میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ میں ان میں مشغول رہنے لگی۔ لیکن بہو کا میرے ساتھ تعلق درست نہیں ہوا۔ ایک دفعہ ان دونوں نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ میں ایک قریبی گھر میں چلی گئی انہوں نے مجھے ایک رات کے لئے ٹھہرا لیا لیکن ساتھ کہا کہ اپنے لئے اور ٹھکانے کا بندوبست کرو۔ میں مختلف گھروں میں پھرتی رہی۔ جن گھروں میں نے کام کیا تھا ان میں گئی لیکن ٹھکانہ نہ مل سکا۔ کوئی ایک ماہ کے بعد میں اپنے گھر لوٹ گئی جس کچے گھر کو میں نے اپنے ہاتھوں سے ٹھیک کیا تھا اس میں رہنے کی لئے میرے لئے جگہ نہیں تھی۔ گھر میں داخل ہوئی تو بیٹے نے پوچھا تک نہیں کہ میں اتنے دن کہاں رہی۔ بہو نے خشک روٹی کے ٹکڑے میرے حوالے کئے کہ ان کو کھالو۔ چونکہ میرے دانت کمزور ہو گئے تھے اس لئے مجبوراً ان کو پانی میں بھگو کر کھانے پڑے۔ کچھ دن خاموشی رہی۔ بہو نے مجھے پھر سے نکالنے کے بہانے ڈھونڈنا شروع کر دئے۔ کبھی بہو میرے سفید بالوں کو پکڑ کر دھکا دیتی کہ منحوس یہاں سے جاتی کیوں نہیں۔ ایک دفعہ رمضان سے پہلے میرے بہو نے مجھے گھر سے نکال دیا اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ میں ایک طرف ہو کر بیٹھی رہی۔ بیٹا باہر سے آیا۔ میری طرف دیکھ کر اندر چلا گیا۔ میرا خیال تھا کہ ماں کا ضرور پوچھے گا، مجھے اندر لے جائیگا۔ لیکن میرے لئے میرے اپنے بنائے ہوئے گھر کا دروازہ نہیں کھلا۔ میں دل برداشتہ ہو کر ایک طرف چل دی۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب) (قسط نمبر:۳۰)

عقل اور جذبہ:

فرمایا کہ انسان کے اندر ایک اِدارہ عقل ہے، ایک اِدارہ اس کے بشری تقاضوں کے تحت جذبات ہیں۔ عقل اور جذبہ میں کیا فرق ہے؟ عقل وہ چیز ہے جو انسان کے بشری تقاضوں سے اُوپر ہو کر کسی بات کے بارے میں اُس کا اچھا بُرا معلوم کرتی ہے، اپنی رائے اور مشورہ دیتی ہے۔ یہ ترتیب عقل اور سوچ کا دائرہ عمل ہے۔ انسان کے بدن کے کسی تقاضے کے اطمینان کے لیے جو ہیجان پیدا ہوتا ہے وہ جذبہ ہے۔ غصہ جذبہ ہے، حرص جذبہ ہے اور جنسی خواہش جذبہ ہے۔ جذباتی ہیجان جب پیدا ہوتا ہے تو سوچ کو تیز کر دیتا ہے یا سوچ کو مغلوب کر دیتا ہے یا سوچ کے فیصلوں کو بدل دیتا ہے۔ جذبہ عارضی ہوتا ہے، انسان کے دائمی اور حقیقی فائدے کے مطابق نہیں ہوتا ہے، لہٰذا عقل مغلوب ہو کر جذبے کے تحت فیصلہ کر لے تو آدمی کو بعد میں پچھتانا پڑتا ہے۔

ہمارے پٹھانوں کے اندر ذرا ذرا سی بات پر قتل کرنے کا جو رواج ہے یہ غصہ کے جذبہ کے تحت ہی تو ہے۔ ۲۰۰۶ء میں قصبہ بڈھ بیر کی ایک مسجد میں رمضان کی مٹھائی کی تقسیم پر چار قتل ہو گئے، جذبۂ غضب اور غصہ کو مطمئن کرنے کے لیے۔ اس سے چار خاندانوں کی آنے والی بیس پچیس سال کی زندگی آگ میں چلی گئی۔ ایک دفعہ بنوں میں تبلیغ والوں کا اجتماع ہو رہا تھا وہاں سے آگے میر علی ہے۔ میر علی کے اِنجینئر حاجی عبدالقدوس صاحب نے حضرت مولانا صاحبؒ کی دعوت کی۔ وہاں پر ہم گئے تو انکے باقی ملازم بھی تھے ایک نوکر جو تھا اسکا بُرا حال تھا، ماتھے اور چہرے پر پریشانی، بُرے حال میں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ مفرور ہے قتل کر کے مفرور ہوا ہے، ان لوگوں کو جیسے بھی رکھیں ان کی مجبوری ہے رہنے کی، سر چھپانے کی جگہ ملی ہوئی ہے، کھانا ملتا ہے، کپڑا ملتا ہے۔ اب ایک منٹ جذبے کے تحت استعمال ہو گیا، سوچ کو چھوڑ کر، یہ اسکا نتیجہ ہے کہ خود آدمی مفرور ہے اور بیوی بچوں کا برا حال۔

جذبے کو اللہ نے رکھا انسان کے اندر، اس کے اپنے کام ہیں، مقاصد ہیں وہ اس میں استعمال ہو تو انسان کیلئے مفید ہے۔ آگ کتنی خطرناک چیز ہے، بجلی کتنی خطرناک چیز ہے لیکن دونوں کو گھر کے اندر رکھا جاتا

ہے۔ چارسدہ کے دوآبہ کے علاقے میں بجلی آئی تو بڑے بوڑھوں کو پتہ چلا کہ اس سے آدمی مرتا ہے تو اُنہوں نے کہا کہ بس اتنی بجلی ہمارے لیے چھوڑو گے کہ جس سے آدمی نہ مرتا ہو۔ شروع میں اتنی بجلی تھی کہ سوواٹ کے بلب سے چراغ جتنی روشنی نکلتی تھی۔ پھر بعد میں فریج وغیرہ جو لگے تو لوگوں نے کہا کہ ہماری بجلی کمزور ہے۔ تو بجلی والوں نے کہا کہ اس سے زیادہ بجلی تو آدمی کو پکڑ لیتی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ کچھ بھی ہو زیادہ بجلی دے دیں۔ کتنی خطرناک چیز ہے بجلی، کتنی خطرناک چیز ہے آگ لیکن گھر میں ہم رکھتے ہیں کیونکہ انکے ساتھ انسان کے بہت اہم مفادات لگے ہوئے ہیں۔ اس آگ سے، اس بجلی سے یہ اہم مفادات حاصل کرنے کے لیے کچھ ہدایات ہیں کچھ احتیاطیں ہیں، ان ہدایات کو ان احتیاطوں کو لے کر اس کو گھر کے اندر رکھنا ہے، جلانا ہے اس سے کام لینے ہیں، فوائد لینے ہیں اور نقصانات سے بچنے کے طریقے ہیں۔ تو ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اندر غضب، شہوت اور حرص کا جذبہ رکھا جن کے تحت انسان کام کرتا ہے اور یہ کام کرنے کی اس کے اندر (Force) طاقت ہے لیکن اس کے استعمال کی احتیاطوں کے بارے میں احکام بھی ہیں۔ ان احکام کو سیکھ کر ان جذبات کو ان کے ماتحت کر کے ان سے کام لینا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سارا دِین مؤمن کو نقد انعام کی شکل میں دیا ہوا ہے:

فرمایا کہ بالاکوٹ کے زلزلے کے بعد ایک ساتھی نے ٹیلی فون کیا کہ یہاں پر سکولوں کی چھٹیاں ہوگئی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ علاقہ بھی اُس پٹی پر آتا ہے یہاں بھی خوف وہراس ہوگیا ہے زلزلے کا۔ میں نے کہا کہ فکر نہ کریں آرام سے سوئیں، مزے کریں کہ جس کے لیے اللہ کا اَمر آیا ہوا ہے اُنہیں ہی اللہ تعالیٰ لے جائے گا۔ ڈاکٹر سیار صاحب (خلیفہ ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ) خواب سنا رہے تھے کہ انکی والدہ صاحبہ کی کچھ عرصہ پہلے وفات ہو چکی ہے، وہ خواب میں آئیں اور خاندان کی دو عورتوں اور ایک میرے لیے ہار لے کر آئیں اور ساتھ ہی انھوں نے ایک عورت کا بتایا کہ اُن کو لے جانے کے لیے آئی ہوں، اُسکی وفات ہوگئی اُسی دِن۔ جس کو اللہ نے لے جانا ہے لے جائے گا، جس کو نہیں جانا تو یہ بھی اُسی کی مرضی ہے، سُبحان اللہ!

ہمارے بھائی کی وفات ہوگئی اڑتالیس سال کی عمر میں، بس دس منٹ میں ہارٹ اٹیک ہو کر

وفات ہوگئی، چھوٹا بیٹا رہ گیا اسکی کوئی چودہ پندرہ سال عمر تھی، بڑا روتا تھا اس کے پیچھے۔ کہتا ہے ایک دِن میں رویا، بڑا غمگین ہوا، اُداس ہوا میں نے کہا کہ یا اللہ! کاش میرا والد صاحب زندہ ہوتا، کہتا ہے کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ وہ زندہ ہے لیکن ایسے حال میں کہ جیسے پاگل آدمی ہوتا ہے، مجھ سے کہا گیا کہ یہ زندہ رہ سکتا تھا لیکن اس طرح زندہ رہ سکتا تھا۔ پھر مجھے تسلی ہوگئی کہ اس طرح زندہ رہنے سے تو موت اچھی ہوگئی، سُبحان اللہ.... اگر خدانخواستہ تکالیف، مشکلات و پریشانی والی زندگی ہوتی تو اس سے تو یہ اچھا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ آسانی سے فارغ کردیں، ایسے تو نہیں کہا گیا کہ

ے خرم آں روزے کہ از منزل ویران بروم
راحت جان طلبم و سوئے جانان بروم

"کہ کتنی خوشی کا دن ہوگا کہ جب اس ویران منزل سے جائیں گے جان کی راحت پائیں گے اور جانان یعنی دوست کے پاس جائیں گے، بس اللہ میاں کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

یہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ نے نقد انعام دیا ہوا ہے، ہمارے پاس سارا دِین انعام ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. (المائدہ : ۳)

ترجمہ: "آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دِین تمہارا، اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا، اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دِین۔"

لیکن اس میں توحید، تقدیر اور آخرت تو خاص جوہر، گوہر، ہیرے اور خزینے ہیں۔ اتنی قوت والی ذات ہے اللہ تعالیٰ کی، شانِ کبریائی، عظمت اور قوت والی۔ آدمی اسکا بندہ ہوجائے اُس کا غلام ہوجائے تو کتنی قوت اُسکو محسوس ہوتی ہے اپنے اندر۔ اور تقدیر یعنی.... جو بات ہے وہ ہوکر رہے گی اسکو کوئی ٹال نہیں سکتا، جو نہیں ہے اسکو کوئی کر نہیں سکتا، پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے اور آخرت کی تو ایسی رعنائیاں، ایسی خوشنمائیاں ہیں کہ سُبحان اللہ۔ مومن کا پہلا دِن قبر میں ہوتا ہے اُس دِن اُس کی ملاقات کیلئے ایک حُور آتی ہے جس کے گلے میں ایک ہار ہوتا ہے، اس کو دیکھ کر ایسی کشش ہوتی ہے کہ اُس کو چھونے کے لیے اپنا ہاتھ آگے کرتا ہے جس سے ہار ٹوٹ کر گر جاتا ہے۔ دونوں اس کو سمیٹنے میں لگتے

ہیں، ابھی پوری طرح سمیٹا ہی نہیں ہوتا کہ قیامت ہوجاتی ہے، ایسی راحتیں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں۔

نزع کی حالت میں نیک لوگوں پر جو رونق ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح فاسق فاجر لوگوں پر جو عبرت آموز حالات طاری ہوتے ہیں...... دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں:

فرمایا کہ ۱۹۷۳ء کا واقعہ ہے کہ میری ڈیوٹی تھی اور ایک آدمی کو گولی لگے ہوئے لایا گیا، ہم بھاگ دوڑ کررہے ہیں، اسکے آپریشن کے لیے بندوبست کررہے ہیں کہ اتنے میں اس پر نزع طاری ہوا۔ میں نے دیکھا کہ فوراً اسکا چہرہ کالا ہوگیا، اور اتنی خراب صورت بنا رہا تھا کہ چہرے کو بگاڑ رہا تھا۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ نزع طاری ہوگیا ہے، میں نے اس کے گرد جتنے آدمی ساتھ کھڑے تھے سب کو دیکھا.... کسی کے چہرے پر نماز کی رونق نہیں تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انھوں نے بتایا کہ یہ تھکال کا فلانا اُجرتی قاتل ہے یعنی پیسے لے کر لوگوں کو قتل کرتا ہے۔ اسکو گولی لگی ہے، اس کے نزع کا وحشت ناک نظارہ بتا رہا تھا کہ آدمی کدھر جارہا ہے۔

(Angel Sign) کا آپ کو ایک لطیفہ سُناتا ہوں۔ جن دِنوں ہم وارڈ میں ہوتے تھے ان دِنوں جو نیک آدمی ہوتا تھا، اسکی موت کے وقت اس پر ایک خاص رونق آتی تھی اس کو میں دیکھتا تھا۔ صبح ہم راؤنڈ کررہے تھے ایک مریض بچہ تھا اس کو گردے کا کینسر تھا، اس دن میں نے دیکھا جیسے اس کو کسی نے نہلا یا دُھلایا ہوا ہے، ایسا چمک رہا ہے جیسے پھول کِھلا ہوا ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ حدیث میں جو علامتیں آئی ہوئی ہیں نیک آدمی کے دُنیا سے گزرنے کی، اس بچے پر سارے علامتیں آگئیں۔ انھوں نے میرا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا کہ یہ تو (Angel Sign) ظاہر ہوگیا۔ دراصل ہر بیماری کی تشخیص کے لئے کچھ علامات ہوتی ہیں اُن علامات کو (Signs) کہتے ہیں وہ مجھ سے اکثر پوچھتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب اینجل سائن (Positve) ہے کہ نہیں، اگر (Positve) ہے تو پتہ چل جاتا کہ آدمی کہاں جارہا ہے۔

وارڈ کی ڈیوٹی کے دوران جو موتیں بندہ کے سامنے ہوئیں اور اُس میں نیک لوگوں پر جو رونق ظاہر ہوتی رہی، اسی طرح فاسق فاجر لوگوں پر جو عبرت آموز حالات طاری ہوتے رہے...... دیکھنے کے قابل ہوتے تھے۔

شریعت نعمت و رحمت ہے:

فرمایا کہ ہمارے حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے، وہ فرماتے تھے کہ پیسے لوتو گن کرلو اور دو تو گن کر دو۔ گن کر دو تو اس نیت سے کہ کہیں کم نہ دے دو اور جب گن کرلو تو اس نیت سے کہ زیادہ نہ لے لو، تو دونوں کو اتنی بڑی خیر کا ثواب ہوا۔ ہم تو گن کر دیتے ہیں کہ کہیں زیادہ نہ دے دیں اور لینے والا گنتا ہے کہ کہیں کم نہ لے لیں، دونوں بدگمانی کی ترتیب کو لے کر چل رہے ہیں۔ دونوں کی یہ نیت ہو کہ گن کر دے کہیں میں کم نہ دے دوں کہ میرے مسلمان بھائی کو نقصان نہ ہو جائے اور وہ گن کرلے کہ میرے مسلمان بھائی کو نقصان نہ ہو جائے، اتنی معمولی جزئیات تک جس شریعت نے تبصرے کیے ہوئے ہوں، زندگی کی ایک ایک چیز پر تبصرہ کیا ہوا ہو اُس شریعت کے کیا کہنے۔

طلاق ہی کو لیجئے..... طلاق غصے کے اظہار کا ذریعہ نہیں۔ شریعت نے طلاق تو ازدواجی زندگی کو منقطع کرنے کے لئے ایک سہولت دی ہے۔ عورت حالتِ حیض میں ہو اسکو طلاق نہیں دے سکتے کیونکہ اس وقت تو آپ اُس سے نفع لینے کی حالت میں ہی نہیں، اسکی قدر ہی آپ کے دل میں نہیں۔ وہ پاک ہوگئی، اس سے ملنے سے پہلے طلاق دے سکتے ہیں ملنے کے بعد نہیں دے سکتے۔ حالتِ طُہر میں ملنے سے پہلے آپ سوچیں کہ آیا اس کے اور آپ کے درمیان تعلقات اس حد تک خراب ہیں کہ بالکل نہیں نبھ سکتے، تو اب بیشک آپ اس کو ایک طلاق دے دیں۔ ایک طلاق دینے کے بعد شریعت نے آپ کو کم از کم پینتالیس (۴۵) دن اور زیادہ سے زیادہ تریسٹھ (۶۳) دن سوچنے کے لیے دیئے ہوئے ہیں۔ عدت کی مدت تین حیض ہے۔ اگر پندرہ دن کے بعد عورت کا حیض آرہا ہو تو تین حیض اس کے پینتالیس دن میں پورے ہوئے اگر اکیس دن کے بعد آتا ہے تو وہ تریسٹھ دن میں پورے ہونگے، تو آپ کے پاس تریسٹھ دن سوچنے کے باقی ہیں، اس میں آپ سوچیں گے، برادری والے سوچیں گے، ہر ایک آدمی سوچے گا، یہاں تک کہ آپ کسی ایسے عملی نتیجے پر پہنچ جائینگے جسے آپ اپنے مستقبل کے لیے اختیار کریں گے۔ ایک طلاق کے بعد کم از کم دو مہینوں تک اس رشتے کو رجوع کر کے بغیر دوبارہ نکاح کئے ہوئے بحال کرنے کی گنجائش ہے۔ تو کتنی بڑی نعمت و رحمت ہے۔

(جاری ہے)

سبق آموز (قسط۔۱)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

اس عنوان کے تحت بندہ وہ واقعات لکھے گا جو اپنی زندگی میں عملی طور پر دیکھے ہیں۔

وہ خیبر میڈیکل کالج میں ایم بی بی ایس کا طالب علم تھا کسی وجہ سے دماغی مریض (Psychiatric) مریض ہو گیا تھا۔علاج معالجہ سے افاقہ ہو گیا تھا، اس لئے پڑھائی جاری تھی۔ اسی دوران اس نے بندہ کی مجالس میں آنا جانا شروع کیا۔ مشہور دماغی امراض کے ماہر (Psychiatrics) ڈاکٹر شفیق صاحب ،دماغی مریضوں کو ہمارے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی ؒ کی مجالس میں بھیجتے تھے جس سے مریضوں کو بہت فائدہ ہو جاتا تھا۔حضرت کے وصال کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مریضوں کو ہماری طرف بھیجنا شروع کیا۔ بندہ کو اس کا پتہ بھی نہیں تھا۔ ایک انجینئر صاحب نے بتایا کہ چھ مہینوں سے آپ کے مجالس میں آرہا ہوں اور میں نے ڈاکٹر شفیق صاحب کو بتایا کہ میں آدھا تمہارے علاج سے ٹھیک ہوا ہوں اور آدھا ڈاکٹر صاحب کی مجلس کے وجہ سے۔ بندہ کو تعجب ہو۔انجینئر صاحب سے پوچھا کہ ہمیں بھی بتاؤ کہ ہماری مجالس سے کیسے آپ کا علاج ہوا تا کہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو جائے۔اس نے بتایا کہ زندگی، حالات اور ماحول کے بارے میں میری کچھ غلط فہمیاں تھیں۔آپ کے دینی بیانات سن کر وہ غلط فہمیاں دور ہوئیں جس سے میرا مسئلہ حل ہوا۔اسی راہنمائی (Counseling) کے سلسلے میں یہ شاگرد بھی آئے تھے۔ان کی زندگی بھی بدلی اور بیماری سے بھی افاقہ ہوا۔ڈاکٹر بننے کے بعد والدین نے شادی کرادی۔کسی فوج کے ریٹائرڈ آفیسر کے بیٹی سے شادی ہوئی۔ان آفیسر کے دو ہی بیٹیاں تھیں۔انہوں نے اپنی ساری پونجی لگا کر اپنے بیٹی کو پرائیویٹ میڈیکل کالج سے ڈاکٹر بنایا۔ڈاکٹری کے بعد بڑے ارمانوں سے خوب اخرجات کر کے اپنی بیٹی کی شادی کروائی۔جب ازدواجی زندگی شروع ہوئی تو ساس صاحبہ نے ساسوں کے روایتی کرتب کرنا شروع کر دیئے۔عموماً معاشرے میں یہ رواج ہے کہ لڑکی بیاہ کر نہیں لائی جاتی بلکہ نوکرانی خرید کر لائی جاتی ہے جسے گویا لڑکی کے ماں باپ نے اپنی جیب سے پیسے دے کر بیچا ہوتا ہے۔ساس صاحبہ اور باتوں کے علاوہ اپنے چھوٹے بیٹے کو ساتھ ملا کر دونوں بہو کی پٹائی کا شوق بھی پورا کرتے تھے۔بے غیرتی کی یہاں تک

انتہا تھی کہ ساس اور سسر دونوں کا یہ جذبہ ہوتا ہے کہ کمائی کرنے ولی عورت اپنی تنخواہ بھی ان کو دیا کرے جس کے وہ خدا کے نزدیک مالک بھی نہیں ہے اور ان پیسوں کو گھر میں خرچ کرنے کی لڑکی کی ذمہ داری بھی نہیں ہے۔ بلکہ شادی کے وقت لالچی اور بے غیرت لڑکی سے جہیز مانگتے ہیں۔ بعض خدا ناترس کہتے ہیں کہ تُو جہیز تو لائی ہے لیکن ساس کے لئے پانچ تولے سونا نہیں لائی، تُو والدین کے گھر سے ہو کر پہلی بار آئی ہے اور ہمارے سارے خاندان کے لئے کپڑے نہیں لائی۔ لیڈی ڈاکٹر صاحبہ کو کسی طرح پتہ چلا کہ اس کا خاوند کسی سلسلے میں بیعت ہے اور سلسلے والے دین داری کے سختی سے کاربند ہوتے ہیں۔ وہ اپنا دکھڑا سنانے کے لئے آئی۔ بندہ نے حالات سنے۔ خاوند کو بلا کر تفصیلی ترتیب سمجھائی۔ لیکن وہ ایسا بے ہمت تھا کہ عمل نہ کر سکا۔ حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ لڑکی کی محکمہ صحت میں مستقل ملازمت تھی اس نے اپنی تبدیلی باہر کسی مقام پر کرادی۔ ایک بچے کی پیدائش بھی ہوئی تھی۔ وہاں اس نے اپنی والدہ صاحبہ کو بلا کر سرکاری گھر میں رہنا شروع کر دیا اور خاوند سے کہا کہ اگر آپ یہاں تشریف لاویں تو آپ کا گھر ہے اور میں آپ کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ خاوند میرے پاس آیا اور کہا کہ میں تو جانا چاہتا ہوں لیکن والدہ صاحبہ نہیں چھوڑتی۔ کسی طرح والدہ صاحبہ کو پتہ چل گیا کہ میں مداخلت کر رہا ہوں۔ ان عورتوں کو فوراً یہ وہم ہو جاتا ہے کہ کہ کہیں جادو کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے لڑکے کی والدہ صاحبہ بندہ سے ملنے کے لئے تشریف لے آئی اور بندہ سے کہا کہ ایسی بے تکی لڑکی ہے کہ علیحدہ ہو گئی ہے اور اپنی والدہ کو اپنے پاس بلا لیا ہے اور اب میرے بیٹے کو اپنے پاس بلانا چاہتی ہے تاکہ اس کو قتل کر دے۔ بندہ نے محترمہ سے کہا کہ لڑکی کی والدہ آئی ہوئی ہے تو آپ لڑکے کی والدہ بھی ساتھ چلی جائیں اور سب اکٹھے رہیں۔ لیکن اس بات کو ماننا تو اس کی ساس ہونے کی انا کے خلاف تھا۔ اس نے نہ جانا تھا نہ گئی، بات آئی گئی ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد ایک دن بندہ دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آخری سال ایم بی بی ایس کی لڑکی میرے دفتر میں داخل ہو گئی اور سامنے کرسی پر بیٹھ گئی، یہ اسی ڈاکٹر صاحب کی بہن تھی۔ اس کا جو حال بندے نے دیکھا تو اس کے بولنے سے پہلے قلب میں وارد ہوا کہ ڈاکٹر صاحب خودکشی کر چکا ہے۔ لیکن کہنا مناسب نہ سمجھا لڑکی کی بات کا انتظار کیا۔ تو اس نے انتہائی حسرت سے یہ بات بتائی کہ اس کے بھائی نے خودکشی کر لی۔ بندہ نے آہ کی اور خیال آیا کہ بیوی نے تو خاوند کو قتل نہ کیا لیکن اس نگوڑی ساس نے آخر اپنی ساس پنے کی چڑیل کو تو مطمئن کر لیا لیکن بیٹے کو قبر تک پہنچا دیا۔

ایمان کے خصوصی اور اہم اجزاء (قسط۔۳)

(مولانا ڈاکٹر عبید اللہ صاحب)

(۸) **پڑوسی کو ایذا سے بچانا :** حضرت ابو شریح خزاعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قسم اللہ تعالیٰ کی وہ مومن نہیں، قسم اللہ تعالیٰ کی وہ مومن نہیں، قسم اللہ تعالیٰ کی وہ مومن نہیں'' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کون مومن نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا '' وہ آدمی مومن نہیں جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور آفتوں سے خائف رہتے ہوں'' (نور ہدایت ص ۸۲ بحوالہ بخاری و معارف الحدیث) دوسری روایت میں ہے مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں امن محسوس کریں۔ (زاد الطالبین ص ۷)

(۹) **بری بات کو مٹانا :** حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی تم میں سے کوئی بری اور خلاف شرع بات دیکھے تو لازم ہے کہ اگر طاقت رکھتا ہو تو اپنے ہاتھ سے (یعنی زور اور قوت سے) اس کو بدلنے کی (یعنی درست کرنے کی) کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر اپنے زبان ہی سے اس کو بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل ہی سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے'' (نور ہدایت ص ۸۲ بحوالہ مسلم، معارف الحدیث)

〈۱۰〉 **ایمان اور اخلاص :** '' کسی نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اخلاص '' (فضائل تبلیغ تصنیف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ) ایک صحابی کو وصیت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے دین کو خالص کر (اگر قلب میں اخلاص پیدا ہو گیا) تو تھوڑا سا عمل بھی تجھ کو کافی ہو جائے گا (مشعل راہ ص ۲ بحوالہ حاکم)

(۱۱) **ایمان اور سادہ زندگی :** فرمایا کہ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ بلا شبہ سادگی ایمان کی نشانی ہے، بلا شبہ سادگی ایمان کی نشانی ہے (دو مرتبہ آپ ﷺ نے یہ بات بیان فرمائی)

(مشعل راہ ص ۴۹ بحوالہ ابوداؤد)

〈۱۲〉 **وعدہ کا ایفاء :** فرمایا ''وعدہ کا پورا کرنا ایمان کی نشانیوں میں سے ہے جو عہد کا پابند نہیں اس کا دین نہیں اور جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں'' (مشعل راہ ص ۵۰، ۵۱)

〈۱۳〉 **ایمان اور اخلاق :** بہترین ایمان خوش خلقی ہے ''(مشعل راہ ص ۴۱ بحوالہ ابن ماجہ) ''مومنوں مے کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں '' (مشعل راہ ص ۴۱ بحوالہ حاکم) تین باتوں کا شمار ایمانی اخلاق میں ہوتا ہے۔(۱) غصہ آئے تو انسان (مغلوب ہوکر) باطل کے جوہڑ میں نہ ڈوب جائے (۲) جب خوش ہو تو خوشی (کی بہتات) راہ حق سے برگشتہ نہ کرے (۳) جب قدرت اور اقتدار پائے تو وہ چیز نہ لے جس پر اس کا کوئی حق نہیں ''(مشعل راہ ص ۴۶ بحوالہ المعجم الکبیر) حضرت انس ؓ سے روایت ہے فرمایا'' اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد رأس العقل حیا اور حسن خلق ہے ''

(منتخب کنزالعمال اردو ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ص ۷۶)

〈۱۴〉 **طہارت اور ایمان:** پاک صاف رہنا نصف ایمان ہے (مشعل راہ ص ۴۶ بحوالہ مسلم شریف)

〈۱۵〉 **غیرت اور ایمان :** ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا غیرت ایمان ہے اور مذاء (بے غیرتی) نفاق ہے۔میں نے زید سے پوچھا مذاء کیا ہے؟اس نے کہا: جو غیرت نہیں کرتا'' (منافقین کا کردار و علامات تالیف ابو یاسر عبداللہ بن بشیر ص ۸۱ ،ناشر مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ لاہور بحوالہ سنن ،بیہقی) اس کے بعد مؤلف لکھتے ہیں۔آج اس دور میں کتنے لوگ اپنے گھروں میں بے غیرتی پھیلائے ہوئے ہیں۔ڈش،ٹی وی،کیبل،وی سی آر،فحش سی ڈیز وغیرہ یہ سب کچھ بے غیرتی ہے۔شادی بیاہ کے موقع پر بے پردہ عورتوں کا فیشن کر کے گھومنا پھرنا اوران کی متحرک تصاویر(Vedio) بنوانا اعلیٰ درجے کی بے غیرتی ہے اور جو اس کا اہتمام کرتے کرواتے ہیں سب بے غیرت ہیں (حوالہ بالہ) لہذا ہم سب کو اپنی ایمان کی فکر کرنی چاہیئے کہ کہیں بے غیرتی کے ان اعمال کی وجہ ہمارا ایمان ہی ضائع نہ ہو جائے۔ایک مشہور بزرگ اپنی دعا میں فرماتے تھے کہ یا اللہ اگر تو نے امت کو دینداری نہیں نصیب کی ہے تو ان کو غیرت تو عطا فرما۔اس کی وجہ یہی ہے کہ جس کے اندر غیرت ہوگی اس بات کا قوی امکان ہے کہ اس کا یمان محفوظ رہے گا اور غیرت کی وجہ سے وہ بہت سارے گناہوں سے بچا رہے گا۔

〈۱۶〉 **وساوس اور ایمان :** مسلم شریف کی حدیث ہے کہ ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چند صحابہ کرام ؓ حاضر ہوئے۔آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہم اپنے

دلوں میں ایسے وسوسے پاتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک برا سمجھتا ہے کہ زبان پر لاوے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا واقعی تم لوگوں نے اسے پایا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہاں حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ صریح ایمان ہے۔ (نور ہدایت ص ۸۳)

〈۱۷〉 ایمان کا سب سے کم درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر ۷۷ آئی ہیں) ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا نا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

(فضائل اعمال تصنیف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ)

〈۱۸〉 کامل ایمان کی پہچان شریعت طبیعت ثانیہ بن جائے: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک اس کی خواہش میرے لائے طریقہ کے تابع نہ ہو جائے۔ (تحفہ خواتین مصنف مولانا مفتی محمد عشق بلند شہری بحوالہ مشکوٰۃ والاربعین النووی) آگے مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں "فخر عالم حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی مؤمنین کے لئے نمونہ عمل ہے، زندگی کے تمام شعبوں میں آپ ﷺ کا اتباع لازم ہے اور جو خدا کے بندے آنحضرت ﷺ سے انتہائی محبت رکھتے ہیں، شریعتِ مطہرہ ان کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے اور اس درجہ میں پہنچ جاتے ہیں کہ ان کا نفس بھی وہی چاہتا ہے جو شریعت ان سے کرانا چاہتی ہے۔ ایمان کا کامل درجہ اور انتہائی اونچا مقام جس کی طرف اس حدیث میں رہبری فرمائی گئی ہے، اس کے لئے فکر مند ہوں اور طبیعت کو سنت نبویہ کے تابع بنائیں۔

(تحفہ خواتین ص ۴۴)

فائدہ: نمبر ۲: میں حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ محبت کا ذکر تھا جبکہ موجودہ نمبر میں آپ ﷺ کی تعلیمات کے ساتھ محبت کا ذکر ہے اور یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔

〈۱۹〉 صبر اور ایمان: حدیث شریف میں ہے کہ "صبر نصف ایمان ہے" (فروع الایمان تصنیف حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ بحوالہ بیہقی) حضرت انسؓ سے روایت ہے

کہ ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر میں ہے اور نصف شکر میں۔ (منتخب کنز العمال اردو ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ص ۲۹) حضرت علیؓ سے روایت ہے فرمایا: "صبر کا ایمان کے ساتھ ایسا تعلق ہے جیسا کہ سر کا جسم کے ساتھ" (حوالہ بالا ص ۷۹) ایمان کا مزہ چکھ لیا اس شخص نے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول تسلیم کر کے راضی ہو گیا۔ (مشعل راہ ص ۳ بحوالہ بخاری و مسلم) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں اس کو ان کی وجہ سے ایمان کی مٹھاس نصیب ہوگی۔ (۱) ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (جتنی محبت اس کو اللہ اور رسول سے ہو اتنی کسی سے نہ ہو) (۲) اور ایک وہ شخص جس کو کسی بندے سے محبت ہو اور محض اللہ ہی کے لئے ہو (کسی دنیوی غرض سے نہ ہو محض اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ شخص اللہ والا ہے) (۳) اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچا لیا ہو (خواہ پہلے ہی سے بچا رکھا ہو، خواہ کفر سے توبہ کر لی اور بچ گیا) اور اس (بچا لینے) کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر نا پسند کرتا ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو پسند کرتا ہے (نور ہدایت ص ۸۱ بحوالہ حیواۃ المسلمین) ایک اور حدیث شریف میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کا ارشاد ہے "نظر ابلیس کے تیروں میں ایک زہر آلود تیر ہے۔ جس بندے نے میرے خوف سے اپنی نظر کو جھکا لیا میں اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

(اسباب سوء خاتمہ و حسن خاتمہ ص ۱۲۶ بحوالہ طبرانی کنز العمال جلد ۵ ص ۳۲۸)

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے جس نے تین کام کر لئے اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا (ایمان کی حلاوت کو پا لیا) (۱) ایک یہ کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرے (۲) اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی سے ہر سال ادا کرے اور (۳) اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔ مخاطب نے پوچھا نفس کا تزکیہ کیسے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ (انسان) اس بات کو جانے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی وہ ہے۔

(ماہنامہ فلاح دارین کراچی شمارہ اپریل ۲۰۱۰ ص ۱۹ مضمون نگار مولانا محمد حنیف عبد المجید مدظلہ)

(جاری ہے)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فضائل اور دلائل وجوب

(امام محمد الغزالیؒ کی تصنیف احیاء العلوم جلد دوم سے انتخاب)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ بستی تباہ و برباد کردی جائے گی جس میں نیک لوگ موجود ہوں؟ فرمایا: ہاں! عرض کیا گیا کس جرم میں؟ فرمایا: اس لئے کہ انہوں نے (امر حق بتلانے میں) سستی سے کام لیا اور معاصی پر سکوت اختیار کیا۔ (بزار، طبرانی) حضرت جابر ابن عبداللہؓ سرکار دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: " اوحی اللّٰہ تبارک و تعالیٰ الیٰ ملک من الملائکۃ ان اقلب مدینۃ کذا و کذا علی اھلھا، فقال: یا رب ان فیھم عبدک فلانا لم یعصک طرفۃ عین قال: اقلبھا علیہ و علیھم فان وجھہ لم یتغیر فِیَّ ساعۃ قط "ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی فرشتے کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو اس کے رہنے والوں پر الٹ دو، فرشتے نے عرض کیا: یا اللہ! ان لوگوں میں آپ کا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لمحہ کے لئے بھی تیری نافرمانی نہیں کی فرمایا: اس پر بھی الٹ دو اور ان پر بھی، اس لئے کہ یہ وہ شخص ہے کہ اس کا چہرہ تھوڑی دیر کے لئے بھی لوگوں کی حالت دیکھ کر (غصے سے) نہیں تمتمایا۔ (طبرانی، بیہقی)

حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: " عذب اھل قریۃ فیھا ثمانیۃ عشر الفاعملھم عمل الا نبیاء قالوا: یا رسول اللّٰہ! کیف؟ قال: لم یکونو! یغضبون اللّٰہ ولا یاللّٰہ ولا یأمرون بالمعروف ولا ینھون عن المنکر " ترجمہ: ایک بستی کے لوگ عذاب دیئے گئے اس میں اٹھارہ ہزار افراد ایسے تھے جن کے اعمال انبیاء کے اعمال کے مطابق تھے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر انھیں عذاب کیسے دیا گیا؟ فرمایا اس لئے کہ وہ لوگ اللہ کے لئے ناراض نہیں ہوتے تھے۔ نہ اچھائی کا حکم دیتے اور نہ برائی سے روکتے تھے۔

عروہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے رب کریم! تیرا محبوب ترین کون ہے؟ فرمایا وہ شخص جو میرے حکم کی طرف اس طرح سبقت کرے جس طرح گدھ اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور جو میرے نیک بندوں سے اس طرح لپٹے جس طرح شیر خوار بچہ اپنی ماں کے پستانوں سے لپٹتا ہے اور جو میرے حرام کردہ امور کا ارتکاب کرنے والوں پر اس طرح غضبناک ہو جس طرح چیتا اپنے دشمن کو دیکھ کر غضبناک ہو جاتا ہے جب چیتا اپنے نفس کی خاطر کسی شخص سے انتقام لینے کے لئے غضبناک ہوتا ہے تو اسے یہ پروا نہیں رہتی کہ آدمی کم ہیں یا زیادہ۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! مشرکین سے جنگ کرنے کے علاوہ بھی کوئی جہاد ہے؟ فرمایا : ہاں! اے ابوبکر روئے زمین پر اللہ کی خاطر جہاد کرنے والے موجود ہیں وہ زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے، وہ زمین پر چلتے ہیں، اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتوں کے سامنے ان پر فخر فرماتے ہیں اور ان کے لئے جنت اس طرح آراستہ کی جاتی ہے جس طرح ام سلمہؓ رسول اللہ ﷺ کے لئے آراستہ ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں۔ اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں اور اللہ کے لئے نفرت کرتے ہیں اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ لوگ جنت میں شہداء کے غرفوں کے اوپر والے غرفوں میں رہیں گے، ان میں ہر غرفہ کے تین لاکھ دروازے ہوگے، ان میں سے بعض دروازے یاقوت اور سبز زمرد کے ہوں گے، ہر دروازے پر نور ہوگا، ان میں سے ہر شخص ایسی تین لاکھ حوروں سے نکاح کرے گا جو بڑی بڑی آنکھوں والوں ہوگی۔ جب وہ ان میں سے ایک کی طرف ملتفت ہوگا تو وہ اسے یاد دلائے گی کہ تم فلاں روز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتے تھے اور وہ مقام یاد دلائے گی جہاں اس نے یہ نیک عمل کیا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی جناب میں عرض کیا کہ اللہ کے نزدیک درجے اور فضیلت کے اعتبار سے بڑا شہید کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: "**رجل قام الی وال جائر فامره بالمعروف و نهاه ون المنكر فقتله فان لم يقتله جان القلم لا يجرى عليه بعد ذالك وان عاش ما عاش**"

ترجمہ: وہ شخص جو کسی ظالم حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے اچھی بات کا حکم دیا اور بری بات سے منع کیا اس جرم میں حاکم نے اسے قتل کر دیا۔ اگر اس نے قتل نہ کیا تو قلم اس کے بعد اس پر نہ چلے گا خواہ کتنے ہی دن زندہ کیوں نہ رہے" (یعنی اس کا ثواب اتنا ہے کہ امر معروف اور نہی منکر اگر حاکم کو کرے گا تو اگر مارا گیا تو شہید ہوگا ورنہ گناہ نامۂ اعمال میں عمر بھر نہ لکھے جائیں گے۔ (یہ روایت بزار میں ہے لیکن اس کا آخری جز فان لم یقتلہ آخری تک منکر اضافہ ہے۔

حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "**افضل شهداء امتى رجل قام الى امام جائر فامره بالمعروف ونها ه عن المنكر فقتله على ذالك ، فذالك الشهيد منزله فى الجنة بين حمزه و جعفر**" ترجمہ: میری امت کے شہیدوں میں سے افضل وہ شخص ہے کہ ظالم امام کے سامنے کھڑا ہو کر اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے منع کرے اور وہ ظالم اسی وجہ سے اس کو مار ڈالے تو اس شہید کا رتبہ جنت میں حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوگا۔ (یہ روایت ان الفاظ میں مجھے نہیں ملی، البتہ حاکم نے

مستدرک میں حضرت جابرؓ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں'' **سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب ورجل قام الی امام جائر فامرہ و نہا فقتلہ**'' حضرت عمر ابن الخطابؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' **بئس القوم قوم لا یأمرون بالمعروف ولا ینھون عن المنکر** '' (یہ روایت ابن حبان نے حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے ابو منصور دہلیؒ نے حضرت عمرؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے، الفاظ نقل نہیں کئے ہیں) ترجمہ: بدترین لوگ وہ ہیں جو عدل کا حکم نہیں دیتے، بدترین لوگ وہ ہیں جو نہ اچھائی کا حکم دیتے ہیں اور نہ برائی سے منع کرتے ہیں)

آثار صحابہ و تابعین : حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہو، ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی جابر بادشاہ ملسط فرمادیں جو نہ تمہارے بڑوں کی تعظیم کرے، اور نہ تمہارے چھوٹوں پر رحم کرے، تمہارے نیک لوگ اس کے خلاف بد دعائیں کریں تو ان کی دعائیں قبول نہ ہوں، تم مدد کے لئے پکارو تو تمہیں مدد نہ ملے، مغفرت چاہو تو تمہیں مغفرت حاصل نہ ہو۔ حضرت حذیفہؓ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہے۔ فرمایا: وہ شخص جو منکرات کے خلاف استطاعت کے باوجود ہاتھ سے جدوجہد نہ کرے، نہ انہیں زبان سے برا کہے، اور نہ دل سے برا سمجھے۔

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک عالم کے پاس مردوں اور عورتوں کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ یہ عالم انہں وعظ و نصیحت کرتا اور پچھلی قوموں کے عبرت انگیز واقعات سناتا۔ ایک دن اس نے اپنے بیٹے کو کسی عورت کی طرف ملتفت ہوتے اور آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا، یہ حرکت بری تھی، مگر باپ نے بیٹے سے صرف اتنا کہا: بس کر بیٹا بس کر۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ اپنے بیٹے سے یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اپنے تخت سے نیچے گر پڑا اور گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا، بیوی کا حمل ساقط ہو گیا اور اس کے بیٹے جنگ میں مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے پیغمبر پر وحی بھیجی کہ فلاں عالم سے کہہ دو کہ میں تیری آن والی نسلوں میں بھی کوئی صدیق پیدا نہیں کروں گا، اگر تیرا ہر فعل میرے رضا کے لئے ہوتا تو اپنے بیٹے کو یہ نہ کہتا بس کر بیٹا، بلکہ اس کی اس گندی حرکت پر سخت سزا دیتا۔

حضرت حذیفہؓ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے مؤمن کے مقابلے میں مردہ گدھا لوگوں کے نزدیک محبت و احترام کا زیادہ لائق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ میں تمہارے قوم کے چالیس ہزار اچھے لوگوں کو اور ساٹھ ہزار برے لوگوں کو ہلاک کروں گا۔ انہوں نے جناب باری میں عرض کیا: یا اللہ بروں کی ہلاکت کے وجہ ظاہر ہے۔ مگر اچھوں کا کیا قصور ہے کہ انہیں بھی بروں کے درجے میں رکھا گیا۔ جواب آیا کہ یہ لوگ بروں سے ناراض نہیں ہوئے اور ان کے ساتھ کھانا پینا باقی رکھا۔ اگر انہیں ذرا بھی مجھ سے تعلق ہوتا تو بروں کے خلاف جہاد کرتے۔

بلال ابن سعد فرماتے ہیں کہ اگر معصیت چھپا کر کے کی جائے تو اس کا ضرر صرف عاصی کو ہوتا ہے، لیکن

علی الاعلان کی جائے اور دوسرے لوگ منع نہ کرے تو یہ ضرر عاصی سے متعدی ہو کر غیر تک پہنچ جاتا ہے اور وہ بھی اس معصیت پر خاموش رہنے کی سزا بھگتتے ہیں۔ کعب الا احبار ؓ نے ابو مسلم خولانی سے دریافت کیا کہ تمہارا قوم میں کیا مقام اور کیا حیثیت ہے؟ جواب دیا کہ بڑا اچھا مقام ہے اور بڑی اچھی حیثیت ہے۔ فرمایا تورات میں کچھ اور لکھا ہے ۔انہوں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا: تورات میں لکھا ہے کہ جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند رہتا ہے، قوم میں اس کا کوئی مقام نہیں رہتا، لوگ اسے ذلت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس کے توہین آمیز سلوک کرتے ہیں، عرض کیا: تورات سچی ہے، ابو مسلم جھوٹا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ عمال حکومت کے پاس دعوت وارشاد کی غرض سے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اچانک یہ سلسلہ موقوف کردیا، لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی، فرمایا: انہیں کچھ کہو تو شاید وہ یہ سمجھیں کہ میرے قول وعمل میں تضاد ہے اور نہ کہوں تو امر ونہی کا تارک بنوں اور گناہ کماؤں۔

گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل (کہوں تو مشکل ہے اور نہ کہوں تو مشکل ہے)

اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے عاجز ہوا سے اس طرح کے مقامات پر ٹھہر نا نہ چاہئے جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت پیش آئے۔ حضرت علی ابن طالب ؓ فرماتے ہے کہ پہلا جہاد جس کا تم سے مطالبہ کیا جاتا ہے، ہاتھ کا جہاد ہے، پھر زبان کا جہاد ہے اور آخری درجہ میں دل کا جہاد ہے۔ اگر آدمی کا دل معروف کو معروف اور منکر کو منکر نہ سمجھے تو اسے اندھا کردیا جاتا ہے، یعنی اس سے حق کی روشنی سلب کر لی جاتی ہے، اور باطل کی تاریکی دیدی جاتی ہے۔

سہل ابن عبداللہ تستری ؒ فرماتے ہے کہ جس شخص نے اپنی ذات سے متعلق اوامر الٰہی کی پابندی کی اور دوسروں کو معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ کر دل میں برا جانا اس نے گویا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وہ فریضہ ادا کردیا جو دوسروں کے سلسلے میں اس پر عائد ہوا ہے۔ یہاں یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ دل سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اس وقت ادا ہوتا ہے جب ہاتھ اور زبان سے ادا کرنے کی قدرت نہ ہو۔ فضیل بن عیاض ؒ سے کسی شخص نے پوچھا کہ تم امر بالعروف اور نہی عن المنکر کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا: بعض لوگوں نے ایسا کیا اور کافر ہوگئے، مطلب یہ ہے کہ امرابالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی پاداش میں انہیں جو اذیتیں دی گئیں ان پر وہ صبر نہ کرسکے۔ سفیان ثوری ؒ نے کسی شخص سے یہی سوال کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ جب سمندر اپنا رخ بدل دے تو کسی کی ہمت ہے کہ اس کے آگے رکاوٹ کھڑی کرے۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے اور یہ وجوب ادا پر قادر ہونے کی صورت میں ساقط نہیں ہوتا۔ ہاں اگر قدرت ہی نہ ہو تو مجبوری ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے عطایا (تنخواہیں) روک لئے تھے۔اس واقعہ کے بعد ایک روز جب وہ خطبہ دینے کے لئے منبر پر آئے تو ابو مسلم خولانی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے معاویہ! یہ مال جو تو نے روکا ہے نہ تمہاری محنت کا ہے نہ تمہارے باپ کی محنت کا اور نہ تمہاری ماں کی محنت کا۔ حضرت معاویہ ان کی یہ بات سن کر بے حد غضب ناک ہوئے اور منبر سے اتر کر اندر چلے گئے، ساتھ ہی لوگوں سے یہ بھی کہہ گئے کہ کہیں جانا مت، تھوڑی دیر بعد آپ نہا کر واپس آئے اور فرمایا کہ ابو مسلم نے مجھ سے ایسی بات کہی تھی کہ جس سے مجھے غصہ آ گیا تھا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک سنا ہے:

''الغضب من الشیطان و الشیطان خلق من النار، و انما تطفأ النار بالماء فاذا غضب احد کم فلیغتسل '' (یہ روایت بخاری میں اختصار کے ساتھ اور ابن حبان میں مفصل مذکور ہے) ترجمہ: غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان کی خلقت آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بجھتی ہے اگر تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے '' چنانچہ میں نے اندر جا کر اس حکم پر عمل کیا اور غسل کر کے واپس آیا اور اب میں ابو مسلم سے کہوں گا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سچ کہا ہے، یہ مال نہ میری محنت کا ہے اور نہ میرے باپ کی محنت کا ہے، اس لئے آؤ اور اپنے عطایا لے جاؤ۔

قرآن اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔قرآن میں جو پیش گوئیاں ہوئیں ہیں وہ ساری سچ ثابت ہوئی ہیں اور جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ سارے سچے ہیں اور جن مقامات اور واقعات کا ذکر قرآن میں آیا ہے ان قوموں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔جس سے قرآن کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ان مقامات اور آثار کو خود دیکھنے کے بعد بندے کے یقین کو تقویت ملتی ہے۔ان مقامات اکثر سعودی عرب اور گردونواح کے ممالک جیسے یمن، شام، فلسطین، مصر اور ترکی وغیرہ میں موجود ہیں۔جیسے قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا۔'' وما ھی من الظلمین ببعید ''ترجمہ: اور وہ ان ظالموں سے دور نہ تھے۔

مجھے سعودی عرب میں ملازمت کے سلسلے میں وہاں قیام کے دوران کچھ مقامات کی زیارت کی اللہ تعالیٰ نے توفیق نصیب فرمائی جو کہ پچھلی قوموں کے حالات کی عکاسی کرتی ہیں۔جو اس آیت کریمہ کی مصداق

تھیں۔ ’’قل سیر و فی الارض ‘‘ (پارہ نمبر ۷ سورۂ انعام رکوع نمبر ۲) ان جگھوں پر سیر کرنے سے ایمان میں ترقی نصیب ہوتی ہیں اور باطن میں واضح فرق محسوس ہوتا ہے۔ان بستیوں میں ہمارے قریب اصحاب الاحدود کی بستی تھی جو ہماری قیام گاہ یعنی شرودہ سے ۳۴۰ کلومیٹر دور تھی۔یعنی شمال میں شرودہ سعودی عرب کے انتہائی جنوب میں ہے اور یمن کے ساتھ سرحد پر ہے۔ یہ علاقہ سعودی عرب کے مشہور صحرا ربع الخالی میں واقع ہے۔ اس شعر کے چاروں طرف ریت ہی ریت ہے۔ وہاں کے مقامی یعنی سعودی لوگ کہتے ہیں کہ یہ علاقہ قوم عاد کا تھا۔لیکن ان کے کوئی آثار ہمیں نہیں آئے۔

اصحاب الاحدود کا واقعہ : یہ سارہ علاقہ پہلے یمن میں تھا۔اصحاب الاحدود کی بستی نجران کے شہر میں ہے۔ ہم بذریعہ گاڑی صبح سات بجے روانہ ہوئے اور اڑھائی گھنٹے میں ہم نجران پہنچے۔ناشتہ ہم نے نجران میں کیا۔تھوڑا اکرام کرنے کے بعد ہم نے نجران شہر دیکھا۔نجران کا علاقہ زرخیز ہے۔ یہاں پر پھل، سبزیاں ،کھجور، تربوز اور دیگر میوہ جات پیدا ہوتے ہیں ۔شہر کا علاقہ میدانی ہے ۔اور اطراف میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔ یہاں پر زیرزمین پانی میٹھا ہے اور زیادہ ہے۔اس کے مقابلے میں شرودہ میں پانی ہزاروں فٹ نیچے ہے۔ٹیوب ویل سے نکلے ہوئے تازہ پانی کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔پانی بہت گرم ہوتا ہے۔نجران شہر میں شیعہ حضرات کی بھی کافی مقدار ہے۔ یہ کہنا بھی شاید غلط نہ ہوگا کہ وہاں شیعوں کی اکثریت موجود ہے۔ یہ شہر ریاض سے تقریباً ۸۰۰ کلومیٹر دور ہے۔اور مکہ سے تقریباً ۱۱۰۰ کلومیٹر دور ہے۔ چند سو کلومیٹر پر ساحل سمندر بھی ہے۔اصحاب الااحدود کا واقعہ اس شہر میں پیش آیا تھا۔ہم ظہر کے نماز کے بعد اس بستی کی طرف روانہ ہوگئے جو تقریباً ۱۰ یا ۱۵ منٹ کے فاصلے پر نجران شہر سے ہے۔جگہ ڈھونڈنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کیونکہ ہر چوک پر رہنمائی کے لئے تختے لگے ہوئے تھے۔جب ہم وہاں قریب پہنچے تو داخلی راستے پر ایک چھوٹا سا نمائشی گو (Museum) بھی بنا ہوا ہے۔جس میں اس علاقے کے اور کچھ عرب کی تاریخ کے بارے میں چیزیں اور تصاویر رکھی ہوئے ہیں۔بستی کو دیکھنے کے دن اور اوقات مختص کئے گئے۔نمائشی گو سے فراغت کے بعد اس بستی کی طرف بڑھے تو دور سے ہمیں اجڑے ہوئے گھر نظر آئے۔ اس پورے علاقہ کو خاردار تار کیساتھ بند کیا ہوا تھا۔جس میں کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا۔پورا علاقہ شاید چند کلومیٹر پر پھیلا ہو ہوگا۔لیکن جن گھروں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ان گھروں کی تعداد کا اندازہ لگانا

کچھ مشکل تھا۔لیکن اندازے کے مطابق ۲۰۰ کے لگ بھگ گھروں کے آثار موجود تھے۔مکانوں کی دیواریں بڑے بڑے تراشے ہوئے پتھروں سے بنی ہیں۔اور گلیاں بھی موجود ہیں لیکن آخر کے مکان کچے تھے۔جو کہ زمین بوس ہو چکے تھے۔پتھروں پر گھوڑے،اونٹ اور کچھ اور جانوروں کی تصاویر بھی کندھا کی ہوئی تھیں۔اور کچھ پتھروں پر پرانے عربی رسم الخط میں لکھائی بھی موجود ہے۔بستی کے شروع کے علاقہ میں تقریباً ۷۰،۸۰ فٹ کا ایک چوڑا گڑھا موجود ہے۔اس گڑھے میں اور اس کے آس پاس کے علاقہ میں کوئلہ اور ہڈیاں کچھ زیادہ مقدار میں موجود ہیں۔ویسے تو ہڈیاں اس کے علاوہ کچھ اور جگہوں پر بھی موجود ہیں۔لیکن اس گڑھے کے اطراف میں تو کافی مقدار میں کوئلہ اور ہڈیاں بکھری پڑی ہیں۔مقامی لوگوں نے تو اندازہ لگایا ہوا ہے کہ اسی جگہ پر شاید مسلمانوں کو ایمان کی بدولت جلایا گیا۔اس گڑھے کے درمیان بہت زیادہ بری جھاڑیاں اُگی ہوئی ہیں۔کچھ ہڈیاں بڑی بھی ہیں جو کہ جانوروں کی معلوم ہوتی ہیں۔گھر، کوئلہ اور ہڈیاں دیکھ کر میرا دھیان قرآن پاک کی آیت کی طرف گیا۔ ” قتل اصحب الاخدود ط النار ذات الوقود ط اذھم علیھا قعود ط وھم علی ما یفعلون بالمؤمنین شھود ط “

ترجمہ: خندقوں والے ہلاک کئے گئے (جب لوگوں نے خندقیں کھود کر اس میں رب کے ماننے والوں کو ہلاک کیا ان کے لئے ہلاکت اور بربادی ہے) قتل یعنی لعن ۔ وہ ایک آگ تھی ایندھن والی۔جبکہ وہ لوگ آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔اور مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔ یعنی ان لوگوں کا جرم (جنہیں آگ میں جھونکا جا رہا تھا) یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب پر ایمان لے آئے تھے۔

اصحاب الاحدود کا واقعہ

واقعہ یہ ہے کہ کوئی کافر بادشاہ تھا۔جس کا نام یوسف دونواص تھا۔اس کے پاس ایک کاہن تھا۔کاہن بوڑھا ہو گیا۔اس کاہن نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو ایک ہوشیار لڑکا دیا جائے تو اس کو اپنا علم سکھا دوں۔چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جس کا نام عبداللہ بن تامر۔۔۔۔تھا۔اس کے راستے میں ایک راہب یعنی عیسائی پادری رہتا تھا۔اور اس کے زمانے میں دین عیسٰیؑ ہی دین حق تھا۔اور یہ راہب اسی پر قائم عبادت گزارتھا ۔وہ لڑکا اس کے پاس آنے جانے لگا۔اور خفیہ مسلمان ہو گیا۔راہب سے اگر گھر کو دیر سے پہنچا تو گھر

والے بے عزت کرتے اور اگر گھر سے جاتے ہوئے راہب کے پاس جاتا تو ساحر بے عزت کرتا۔آخر راہب نے یہ طریقہ بتایا۔ایک بار اس لڑکے نے دیکھا کہ کسی شیر نے راستہ روک رکھا ہے۔اور خلق خدا پریشان ہے تو اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لیکر دعا کی اکہ اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور مارا جاوے اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جاوے اور یہ کہہ کر وہ پتھر مارا تو شیر کو لگا اور ہلاک ہو گیا۔لوگوں میں شور ہو گیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے۔لوگ آنا شروع ہوئے۔وزیر جو قریب زمانہ میں اندھا ہو چکا تھا۔اس کو خبر ہوئی کہ مسلمان ہوا۔آنکھیں دوبارہ ملیں۔ تو کسی اندھے (شاید بادشاہ کے وزیر نے جو اندھا ہو گیا تھا) نے آکر درخواست کی کہ میری آنکھیں ٹھیک ہو جاویں۔لڑکے نے کہا کہ بشرطیکہ تو مسلمان ہو جاوے۔ چنانچہ اس نے قبول کیا۔لڑکے نے دعا کی اور وہ اچھا ہو گیا۔اور مسلمان ہو گیا۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے راہب کو لڑکے کو اور نابینا کو گرفتار کر کے بلایا۔اس نے راہب کو اور عجمی کو تو تیل میں ڈال کر ہلاک کر دیا اور اس لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ کے اوپر جا کر گرادو، مگر جو لوگ اس کو لے کر گئے وہ خود گر کر ہلاک ہو گئے۔اور لڑکا صحیح سالم چلا آیا۔پھر بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم دیا۔اور وہ اس کشتی سے بھی بچ گیا۔اور جو لوگ اس کو لے گئے وہ وب ڈوب گئے۔پھر لڑکے نے خود بادشاہ سے کہا کہ میں اس طرح سے مارا جاؤں گا کہ سارے لوگوں کو اکھٹا کر کے میرے ہاتھ پاؤں باندھ لیں اور یہ کہہ کر کہ اگر اس لڑکے کا رب حق پر ہے تو مارا جاوے۔میری ترکش سے مجھے ہی تیر مارو۔چنانچہ ایسا ہوا لوگ اکھٹے ہوئے بادشاہ نے ایسا کیا تو وہ لڑکا مر گیا۔ کھنپٹی پر لگا خون جاری ہوا جس پر اس بچے نے ہاتھ راکھا۔ اور اس سے خون بہنے لگا۔پس اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر اشتہار دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو آگ میں جلا دیں گے۔ چنانچہ بہت سے آدمی جلا دئے گئے۔اس صورت میں ان پر غضبِ الٰہی نازل ہوا اور جو خندقوں کے ارد گرد جتنے کافر بیٹھے تھے آگ نے ان کو بھی جلا دیا اور انکی ساری فوج جل کر راکھ ہو گئیں۔اور بادشاہ آگ سے دوڑ دوڑ کر آخر کار سامنے سے سمندر میں غرق ہو گیا۔

عورت کا واقعہ

اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اگر تو مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کھلے میدان میں لوگوں کو جمع کرو اور" بسم اللہ رب الفلام "کہہ کر مجھے تیر مار۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ جس سے وہ لڑکا مر گیا۔ لیکن سارے لوگ پکار اٹھے کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ اور زیادہ پریشان ہو گیا۔ چنانچہ اس نے خندقیں کھدوائیں اور اس میں آگ جلوائی اور حکم دیا کہ جو ایمان سے انحراف نہ کرے اس کو آگ میں پھینک دو۔ اس طرح ایماندار آتے اور آگ کے حوالے ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ ایک بچہ تھا۔ وہ ذرا ٹھٹکی تو بچہ بول پڑا " ماں صبر کر تو حق پر ہے "
(صحیح مسلم ملخصًا، کتاب الذھد والدکاق، باب قصہ اُصحاب الاخدود)

دفا بستی کو دیکھنے کے بعد ایک مقامی آدمی ایک اور جگہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہاں پر اس زمانے کی ایک عبادت گاہ موجوع ہے۔ ہم تقریباً ۶۰۰ گز کا فاصلہ پیدل طے کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک چار دیواری کے نشانات میں جس درمیان میں پانچ ستون ایک سیدھ میں موجود ہے۔ اس میں محراب کا نشان موجود نہیں تھا۔ اس کے پاس عربی میں مسجد کا بھی بنایا گیا تھا۔ اس مسجد کے پاس چکی کے بہت بڑے حیران کن دو پاٹ بھی موجود ہیں جو کہ اس کا چلانا آج کل کے کسی انسان یا جانور کے بس کی بات نہیں۔ اس مسجد سے تھوڑے فاصلے پر ایک میدان میں پرانے زمانے کا ایک خشک درخت ہے اس کے پاس بھی اس طرح کے چکی کے دو پاٹ موجود ہیں۔ اس کے بعد ہم نے بستی کے داخلی راستے کے ساتھ چھوٹی سی مسجد میں عصر کی نماز پڑھی اور شام سے تھوڑا پہلے ہم واپس شہر روانہ ہو گئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ○ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ○ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ ○ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ○ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ○ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰهِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ اَهۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَامِ.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ○ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ○ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ ○ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ○ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ○ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰهِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ اَهۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَامِ.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لا الٰہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الٰہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اَللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی و جسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ موت آنی ہے آکر رہے گی جان جانی ہے جا کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یااللہ!، دستم گیر یااللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یااللہ!، پکڑیو ہاتھ یااللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنِ ○ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنِ ○ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن ○ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن ○ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن ○ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن ○ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام۔

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جہری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔

پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالہ الا اللہ**، سو بار **الا اللہ** اور سو بار **اللہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللہ** دو سو بار، **الا اللہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللہ** چھ سو بار، **اللہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی و جسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ موت آنی ہے آکر رہے گی　　جان جانی ہے جا کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا　　وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا　　دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا　　پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے

کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆